ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

4 تا 10 جولائی 2002ء

☆ ''متحدہ مجلس عمل'' کے لیے لائحہ عمل (اداریہ)

☆ حالیہ حکومتی اقدامات اور پاکستان میں نفاذِ اسلام کی امید؟ (منبر و محراب)

☆ آئینی ترامیم کا مجوزہ پیکیج (تجزیہ)

انقلابی تربیت کا ہدف

اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ اسلامی انقلاب کے لئے جو حزب اللہ وجود میں آئے گی اسے لازماً یہ غور کرنا ہوگا کہ اس کام کے لئے کس قسم کے کارکن درکار ہیں! یعنی وہ نقشہ کیا ہے جس کے مطابق کارکنوں کو جدوجہد کرنی ہے! آپ کو معلوم ہے کہ کسی مہم کے لئے ایک ہدف (Target) معین کیا جاتا ہے۔ پھر اسی کی مناسبت سے اسباب و وسائل مہیا کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی طے کرنا ہوتا ہے کہ اس مہم کے لئے کس نوع کے اوصاف اور صلاحیتیں رکھنے والے کارکن اور کس قسم کی سیرت و کردار کے لوگ درکار ہیں۔

اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ آیا ہے: کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ ''اللہ والے بنو'' یعنی جب تک اللہ والے وجود میں نہیں آئیں گے' اسلامی انقلاب کا کوئی سوال نہیں۔ محض عسکری تربیت ہو' محض ڈسپلن کی عادت ہو اور محض چلت پھرت ہو' محض حرکت ہو تو ان چیزوں سے انقلاب نہیں آتا۔ خواہ ان چیزوں کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کوئی سماں بندھ جائے اور لوگ مرعوب ہو جائیں...... لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔ اس کام کے لئے اللہ والے درکار ہیں۔ جس کے لئے ایک اور آیت میں لفظ آیا ہے رِبِّیُّوْنَ...... فرمایا گیا: وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا ؕ...... ''اور کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اللہ والوں نے جنگ کی ہے' قتال کیا ہے تو وہ ان مصیبتوں کی وجہ سے جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں نہ پست ہمت ہوئے' نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ انہوں نے دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے۔''

پس معلوم ہوا کہ اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کا اولاً اللہ والا ہونا لازمی ہوگا اور یہی للّٰہیت ان میں وہ بہادری' دلیری اور حوصلہ مندی پیدا کرے گی کہ وہ اپنے سے دوگنی نہیں' دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کی کفار کی فوج سے بھی پروانہ وار ٹکرائیں گے۔ ان کو اللہ کی راہ میں گردن کٹانے کی آرزو اور تمنا سے عزیز تر کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اگر صرف عسکری قوت ہی ہے' صرف مادی تربیت ہی ہے' صرف تنظیم ہے لیکن اللہ سے تعلق مضبوط نہیں کمزور ہے تو وہ کام نہیں ہوگا جسے اسلامی انقلاب' اعلائے کلمۃ اللہ' اقامت دین اور اظہارِ دینِ الحق علی الدّین کلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی انقلاب کے لئے جہاں تنظیم ضروری ہے اور اس میں انتہائی مضبوط ڈسپلن ضروری ہے...... وہاں اس تنظیم کے کارکنوں میں رِبِّیُّوْنَ (اللہ والے) ہونے کے اوصاف لابدّ منہ ہیں۔ ان کے بغیر محض تنظیم اور محض ڈسپلن اسلامی انقلابی عمل کے لئے ہرگز کفایت نہیں کریں گے۔

(امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' سے ایک اقتباس)

الھدیٰ | ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۷۱)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

(گزشتہ سے پیوستہ)

''کیا تمہارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اُن کی نسلیں یہودی تھے یا نصرانی تھے۔ (اے نبیؐ) کہہ دیجئے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپالے جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس موجود ہو' اور اللہ ہرگز بے خبر نہیں ان کاموں اس سے جو کچھ تم کررہے ہو۔''

یہاں دعوت حق دیتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیا جارہا ہے جو واضح بھی ہے اور موثر بھی۔ تاکہ حق کو حق سمجھنے اور باطل کو باطل سمجھنے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ اور حق کو مسترد کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی جواز نہ رہے اور قبول حق کے لئے ان کی طبیعت میں آمادگی پیدا ہوجائے۔ چنانچہ انہیں کہا جارہا ہے کہ تمہارے پاس (حضرت محمد ﷺ کے بارے میں) گواہی موجود ہے۔ تمہاری کتابوں میں وہ ساری پیشین گوئیاں درج ہیں جن کا مصداق حضرت محمد ﷺ اور قرآن ہیں۔ تم انہیں چھپارہے ہو۔ تو جان لو کہ کتمان حق کا مرتکب اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ گواہی کو چھپانے والا' اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑھ کر مجرم اور ظالم ہے۔ مگر یہود و نصاریٰ نے تورات اور انجیل میں سے وہ ساری پیشین گوئیاں بڑی کاوش کے ساتھ کھرچ ڈالیں۔ اگر آپ انجیل برناباس کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ پوری کی پوری کتاب ہی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے۔ مگر عیسائی اس انجیل کو Apocryphal Gospels میں شمار کرتے ہیں۔ Canonical Gospels (یعنی کیتھولک چرچ کی طرف سے تسلیم شدہ اناجیل) تو بس چار ہی ہیں۔ اناجیل کے مرتبین بے شمار ہیں اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ اناجیل کی تعداد ۱۰۰ تک پہنچ گئی۔ تب ان کو کسی بڑے گرجا گھر میں ایک ٹیبل پر ڈھیر کردیا گیا۔ سب نے دعا کی کہ اے پروردگار ان میں جو حق ہیں وہ میز پر رہ جائیں دوسری گرجائیں۔ اگلے روز جو دیکھا تو صرف چار میز کے اوپر تھیں۔ باقی نیچے گری ہوئی تھیں۔ پتہ نہیں رات کو میز پر چوہے دوڑتے رہے یا بلیاں' بہرحال ان چار کو Canonoical مان لیا گیا۔ ان کا انتخاب کسی عقلی یا علمی بنیاد پر نہیں ہوا۔ مگر اس سب کے باوجود بھی موجودہ تسلیم شدہ اناجیل میں بھی بعض پیشین گوئیاں آج تک موجود ہیں۔ باب الاستثناء کے اٹھارہویں باب کی اٹھارہویں آیت کا مصداق تلاش کریں تو حضرت محمد ﷺ کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ وہاں لکھا ہے'' میں ان کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک رسول اٹھاؤں گا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا''۔ تو اس کا مصداق حضرت عیسیٰؑ نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کے بھائی تو بنو اسماعیل ہی ہوسکتے ہیں۔ وہ تو حضرت محمد ﷺ ہی ہوسکتے ہیں۔ شیخ احمد دیدات نے بڑی عمدگی کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ کسی بھی درجے میں حضرت مسیح علیہ السلام سمیت کوئی نبی بھی مثیل موسیٰ نہیں ۔۔۔ انہوں نے اس پر بہت سے دلائل شمار کئے ہیں۔ بہرحال آگے آیت آرہی ہے کہ ان کے علماء حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ لیکن ۔۔۔ جانتے بوجھتے اور پہچاننے کے باوجود وہ حق کو چھپارہے ہیں۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی' ضد اور عناد ہے۔ وہ بغض کے اندر مبتلا ہیں۔ حضور ﷺ کا معاملہ تو بالکل واضح تھا ہی' تاریخی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نشانیاں اور ان کا حلیہ عیسائیوں اور یہودیوں کی مذہبی کتابوں میں موجود تھا۔ عہد خلافت فاروقیؓ میں حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بیت المقدس کے محاذ پر کمانڈر تھے۔ جب محاصرہ بہت طویل ہوگیا تو خود شہر والوں نے کہا' اے مسلمانو تم قیامت تک بھی یہاں پڑے رہو تو یہ شہر فتح نہیں ہوگا' جس شخص کے ہاتھوں اسے فتح ہونا ہے' وہ تم میں نظر نہیں آرہا۔ اس وقت اچانک حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو خیال آیا کہ جس شخص کا یہ ذکر کررہے ہیں وہ حضرت عمرؓ کے سوا اور کوئی نہیں۔ چنانچہ ان کی درخواست اور فرمائش پر خلیفہ وقت حضرت عمرؓ اتنا لمبا سفر کرکے اس شان کے ساتھ محاذ جنگ پر پہنچے کہ آپ کے ساتھ صرف ایک خادم اور سواری کے لئے ایک اونٹ تھا۔ یہ دیکھ کر اہل شہر نے لڑے بغیر دروازے کھول دیئے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہماری کتابوں میں درج ہے کہ اس کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوگا۔ اگر حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ تفصیلات ان کی کتابوں میں مذکور تھیں تو حضور ﷺ کا معاملہ تو اس سے بہت آگے کی بات ہے۔

☆ ☆ ☆

فرمان نبویؐ | چوہدری رحمت اللہ بٹر

حکمرانوں کے ظلم وستم سے نجات کا طریقہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انه تصیبُ اُمَّتِیْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا یَنْجُوْمِنْهُ الا رَجُلٌ عرف دِیْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَیْهِ بِلِسَانِهٖ وَیَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذَالِکَ الَّذِیْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِیْنَ اللّٰهِ فصدَّق به وَرَجُلٌ عَرَف دِینَ اللّٰهِ فَسَکَت عَلَیْهِ فَاِنْ رَاٰی مَنْ یَّعْمَلُ الْخَیْرَ احبَّه عَلَیْهِ وَاِنْ رَاٰی مَنْ یَّعْمَلُ بباطلٍ ابغضه علیه فَذَالِکَ یَنْجُوْ عَلٰی اِبطانِهٖ کله)) (مشکوٰۃ' باب الامر بالمعروف)

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں میری امت کے لوگوں کو ان کے حکمرانوں کی طرف سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی۔ ان حالات میں نجات صرف وہی شخص پاسکے گا جو اللہ کے دین کو سمجھے اور پھر (دین کی روشنی میں) زبان' ہاتھ اور دل تمام قوتوں کے ساتھ اس ظلم کے خلاف جدوجہد کرے۔ یہی شخص ہے جو ہر قسم کی کامیابی حاصل کرے گا۔ یا پھر وہ شخص نجات پاسکتا ہے جو اللہ کے دین کو پہچانے اور اس کی (قلب اور زبان سے) تصدیق کرے۔ یا پھر وہ شخص جو اللہ کے دین کی معرفت حاصل کرے اور اس پر اس طرح چپ رہے کہ جب کوئی بھلائی ہوتی دیکھے تو اس پر پسندیدگی کا اظہار کرے اور اگر کہیں برائی ہوتے دیکھے تو اس پر غصے کا اظہار کرے۔ یہ شخص ہے جو خیر کی محبت اور برائی پر غصے کی بدولت نجات پاجائے گا''۔

پہلی قسم تو ان لوگوں کی بیان ہوگئی ہے جو تینوں سطحوں پر برائی کا تدارک کررہے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دین کی معرفت حاصل کرنے کے بعد نہ صرف قلب سے اس کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ زبان سے اس کا اعلان و اقرار بھی کرتے ہیں۔ وہ حق بات کو زبان سے بیان کرنے میں حجاب محسوس نہیں کرتے۔ لیکن تیسری قسم ان کی ہے جو بے بس ہیں اور خاموش ہیں لیکن دل میں ایمان اور خیر کی صلاحیت موجود ہے اور اس کا اظہار اپنے رویے سے کررہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں جہاد بالقلب کے حوالے سے احادیث میں گنجائش رکھی گئی ہے کیونکہ ایسا طبقہ بھی انسانوں میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

''متحدہ مجلس عمل'' کے لئے لائحہ عمل!

جوں جوں ماہِ اکتوبر قریب آ رہا ہے' ملک میں جاری سیاسی سرگرمیوں کی لے میں تیزی آ رہی ہے۔ متحدہ مجلس عمل بھی ''منزل ما دور نیست'' کی آس لگائے اپنی سرگرمیوں کی شمع کی لو کو تیز سے تیز تر کرنے کی سعی میں مصروف دکھائی دیتی ہے۔ توقع کے عین مطابق' جماعت اسلامی کو اس مجلس کی روح رواں ہونے کا مقام حاصل ہے۔ یوں تو جماعت اسلامی کو پاکستانی سیاست کی دشت نوردی کرتے نصف صدی سے زائد عرصہ بیت چکا ہے اور انتخابی سیاست کے میدان میں پے در پے ناکامیوں نے اسے سبق آموزی کے بے شمار مواقع فراہم کئے' جن میں سے ایک اہم سبق جسے امیر جماعت قاضی حسین احمد صاحب گزشتہ کئی سالوں سے اپنی آئندہ پالیسی کا مرکز و محور قرار دیتے آئے ہیں' یہ تھا کہ اتحادوں کی سیاست سے کبھی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوتا لہٰذا اسے ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا جائے — تاہم جماعت اسلامی نے اپنے اس اہم سبق کو دانستہ فراموش کرتے ہوئے ایک بار پھر اتحادوں کی سیاست کا کڑوا گھونٹ بھرنا اس لئے گوارا کیا ہے کہ ''اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے۔''

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ملک کے ایک معروف اسلام پسند دانشور نے جن کا سابقہ تعلق افواج پاکستان کے ساتھ ہے اور جو افغان جہاد کے حوالے سے بھی نیک نام شمار ہوتے ہیں' جماعت اسلامی کو یہ مشورہ دیا ہے کہ ہم پر مسلط امریکہ کی ایجنٹ حکومت سے چھٹکارا پانے کا یہ سنہری موقع ہے کہ آئندہ اکتوبر میں منعقد ہونے والے انتخابات میں بھرپور حصہ لیا جائے اور اس میں بھرپور کامیابی کے حصول کے لئے کسی بھی دینی یا غیر دینی سیاسی جماعت سے اتحاد کرنے سے گریز نہ کیا جائے۔ مذکورہ دانشور کے نزدیک الیکشن کروانا اس حکومت کی مجبوری ہے۔ یہ امریکی پالیسی کا حصہ ہے۔ لہٰذا اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا دانشمندی کا لازمی تقاضا ہے۔

متحدہ مجلس عمل کا یہ پہلو نہایت خوش آئند ہے کہ اس کے پلیٹ فارم پر ملک کی تمام قابل ذکر دینی سیاسی جماعتیں جمع ہیں — اس مجلس کی جانب سے اس نیک عزم کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ الیکشن تک یہ اتحاد برقرار رہے گا۔ تادمِ تحریر' مجلس میں شامل جماعتیں اپنے اس عہد پر قائم ہیں — لیکن دوسری جانب حکومت آئینی ترامیم کا جو پیکج لا رہی ہے اس کے پیش نظر حکومتی عزائم کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں — صاف نظر آ رہا ہے کہ اگر انتخابات اپنے مقررہ وقت پر منعقد ہو گئے تب بھی قوت واختیار کا ارتکاز صدر مشرف کی ذات ہی میں رہے گا اور منتخب وزیر اعظم اور ارکان اسمبلی کو محض اس ''خود فریبی'' پر اکتفا کرنا ہو گا کہ وہ بھی صاحب اختیار ہیں۔ اور یوں انتخابات کے بعد بھی حالات میں کسی نمایاں تبدیلی کے آثار متوقع نہیں ہیں — یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ امریکہ نے گزشتہ سال ۱۱ ستمبر کے بعد سے اسلام کے خلاف جس صلیبی جنگ کا آغاز کیا ہے اس میں پاکستان اس کا اہم ترین اور اولین ٹارگٹ ہے۔ امریکہ نے اس جنگ کا آغاز بڑی تیاری کے ساتھ کیا ہے۔ تمام اسلام دشمن طاقتیں جن میں اسرائیل اور بھارت سرفہرست ہیں' اس جنگ میں امریکہ کے ساتھ ہیں۔ اسے صدر مشرف سے کوئی ہمدردی ہے نہ حامد کرزئی سے۔ تاہم وہ اپنی تہہ در تہہ سازشی چالوں کے ذریعے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کو اپنا آلہ کار اور ایجنٹ بنانا اور پھر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اپنا کام نکالنا خوب جانتا ہے۔ پورا عالم اسلام امریکی ایجنٹوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور یہ بات ماننی پڑے گی کہ دشمن کی چال نہایت مضبوط ہے اور وہ اپنے تمام داؤ نہایت کامیابی کے ساتھ کھیل رہا ہے۔

متحدہ مجلس عمل کے لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ صدر مشرف کو ہٹانے اور پاکستان پر قائم امریکی تسلط کے خاتمے کے لئے ان کی کوئی تدبیر اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکے گی جب تک کہ اللہ کی نصرت وتائید انہیں حاصل نہ ہو جائے۔ اگر کسی سیاسی پنڈت کا یہ خیال ہے کہ وہ اپنے ناخن تدبیر سے اس الجھے ہوئے معاملے کو حل کر سکتا اور مہیب گرداب میں چکر کھاتی پاکستانی قوم کو کامیابی کے ساتھ کنارے تک لا سکتا ہے تو وہ جنت الحمقیٰ میں بستا ہے۔ پاکستان اس وقت مہیب عالمی سازشوں کے نرغے میں ہے اور پوری طرح امریکہ کے شکنجے میں ہے۔ اس گمبھیر صورت حال سے نکلنے کے لئے دنیا کی ''سپریم پاور'' کے مقابلے میں کائنات کی سپریم پاور کی مدد لازماً درکار ہو گی ___ ہم متحدہ مجلس عمل میں شامل اپنے قابل احترام دینی رہنماؤں کو بتائے دیتے ہیں کہ محض انتخابی اتحاد بنا لینے سے اللہ کی مدد نہیں آئے گی بلکہ اس کے لئے ہمیں قوم یونسؑ کے واقعے سے سبق سیکھتے ہوئے اجتماعی توبہ اور اصلاح عمل کا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ متحدہ مجلس عمل میں شامل تمام دینی جماعتوں کے قائدین ورہنما اگر پہلے خود اللہ کی جناب میں خلوص دل سے توبہ کریں' اپنی سابقہ کوتاہیوں پر گڑگڑا کر اللہ سے معافی چاہیں اور اپنے عمل کی اصلاح پر کمر بستہ ہو جائیں' وہ اگر خدانخواستہ باطنی طور پر انانیت پرستی' اقتدار پرستی' دولت پرستی یا کسی جماعتی یا گروہی تعصب میں مبتلا ہیں تو انہیں اپنے باطن کو پاک کرنا اور اپنے دامن کردار سے تمام داغ دھبوں کو دور کر کے اللہ' اس کے رسول اور اس کے دین کا سچا وفادار بننا ہو گا۔ اور پھر اگر وہ اپنے تمام پیروکاروں کو بھی اجتماعی توبہ اور اصلاح پر آمادہ وعمل کرتے ہوئے نفاذ شریعت کو اپنی تمام کاوشوں کا ہدف اول بنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ کی نصرت ان کا سہارا نہ بنے...... بصورت دیگر انہیں جان لینا چاہئے کہ جس دشمن سے انہیں سابقہ پڑا ہے وہ ان کے مقابلے میں بہت زیادہ بیدار' منظم' طاقتور اور شاطر ہے۔ OO

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127۔ جلد 11' شمارہ 26
سالانہ زر تعاون: 250 روپے' قیمت: 5 روپے

پبلشر: اسعد احمد عمار طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 03-5869501

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان

حکومت نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امتناع سود سے متعلق بیس سالہ مساعی پر خط تنسیخ پھیر دیا

ہمارے عوام خود سودی نظام میں ملوث ہیں' جو نہیں ہیں وہ اس کے خلاف کسی عملی جدوجہد میں شرکت پر آمادہ نہیں

مدارس کی رجسٹریشن کی آڑ میں انہیں قابو کرنے کے مذموم حکومتی عزائم قابلِ مذمت ہیں

عرب مجاہدین کے خلاف ملٹری آپریشن کا کوئی شدید ردعمل خوفناک نتائج کا حامل ہوگا

ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے منہج انقلاب نبوی کے سوا کوئی راستہ نہیں

پارلیمانی نظام میں صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن ممکن ہی نہیں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۸ جون ۲۰۰۲ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

یہ بات انتہائی افسوسناک اور باعث رنج ہے کہ معیشت کی اسلامائزیشن کے ضمن میں امتناع سود سے متعلق بیس سالہ مساعی پر حکومت نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی چالاکی سے اعلیٰ عدالت کے ذریعے خط تنسیخ پھیر دیا۔ اس طرح گویا ہمارے حکمرانوں نے فیصلہ سنا دیا کہ وہ اللہ کے دامن کو تھامنے کی بجائے اللہ سے بغاوت اور اس کے غضب کو ترجیح دیتے ہیں۔ ارباب حکومت کے لئے تو یہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے ہی' ملک کے دیگر طبقات بھی اس شرمناک فیصلے کی ذمہ داری سے بری نہیں ہیں۔ افسوس آج ہمارے عوام خود سودی نظام میں یا تو پوری طرح ملوث ہیں یا جو نہیں ہیں وہ بھی دنیا پرستی میں ملوث ہونے کے باعث سودی نظام کے خلاف کسی عملی جدوجہد میں شرکت کے لئے تیار نہیں۔ سب سے بڑھ کر افسوسناک معاملہ ان دینی و مذہبی سیاسی جماعتوں کا ہے جو بحالی ' جمہوریت کی تحریک چلانے اور اس میں تشدد برداشت کرنے کو تو باعث فخر جانتی ہیں لیکن اس اہم ترین دینی مسئلے یعنی سود کے خاتمے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنے اور اس معاملے میں مل جل کر زوردار عوامی تحریک چلانے کے بارے میں انہوں نے آج تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ ۱۱ ستمبر کے بعد طالبان کے معاملے میں قلابازی کھانے کے غلط حکومتی فیصلے کے بعد ہمیں کشمیر کاز پر یوٹرن لینا پڑا اور اب حکومت نے یہ جو سود کے معاملے میں بدترین ریورس گیئر لگایا ہے تو ڈر ہے کہ ریورس گیئر کی یہ پالیسی خاکم بدہن ملک کے خاتمے پر منتج نہ ہو۔

دینی مدارس کی رجسٹریشن میں اگرچہ فی نفسہ کوئی قباحت نہیں ہے لیکن اس معاملے میں حکومت کی بدنیتی بالکل عیاں ہے۔ یہ درست ہے کہ مدارس میں آمدن وخرچ کا حساب رکھا جانا چاہئے اور وہاں جدید علوم اور سائنس کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے۔ کیونکہ سائنسی علوم اگر اللہ کے فعل یعنی تخلیق کائنات سے متعلق ہیں تو دینی علوم اللہ کے کلام سے متعلق ہیں۔ لہٰذا ان میں تضاد نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ میرے نزدیک تو دینی و دنیوی علوم میں اس ثنویت ہی کو ختم کردینا چاہئے کیونکہ علم ایک وحدت ہے جسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس آرڈیننس کے ذریعے ملک کو اتاترک کے راستے پر لے جانے اور اس راستے میں حائل ایک اہم رکاوٹ یعنی دینی مدارس کو قابو کرنے کے مذموم حکومتی عزائم قابل مذمت ہیں۔

حکومت کا حالیہ آئینی پیکج پارلیمانی نظام ہی پر مشتمل ہے۔ میرے نزدیک پارلیمانی نظام غیر منطقی اور غیر معقول نظامِ حکومت ہے جو انگریزوں کی وراثت ہے۔ دراصل انگریز اپنے ہاں جمہوری نظام کے ساتھ ساتھ شاہی نظام کو بھی نشانی کے طور پر برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ دراصل اس نظام میں قباحت یہ ہے کہ صدر اور وزیراعظم میں توازن ممکن ہی نہیں۔ دونوں میں ایک یعنی یا تو صدر کو چوہدری فضل الٰہی بننا پڑے گا یا اگر صدر طاقتور ہوا تو وزیراعظم کے اختیارات نہ ہونے کے برابر ہوں گے۔ البتہ صدارتی نظام اسلام سے قریب تر ہے جس کی رو سے صدر کا انتخاب براہ راست ہونا چاہئے۔ موجودہ آئینی پیکیج آمریت کی بدترین شکل اور انتقال اقتدار کے بجائے تقسیم اقتدار کا آئینہ دار ہے۔ جب تک عوام میں اسلام کے ساتھ گہری وابستگی اور دیانت پیدا نہیں ہوگی ہمارے معاملات ٹھیک نہ ہوں گے اور ہمارے حکمران اسی طرح بدنیتی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے کیونکہ حاکم عوام ہی میں سے ہوتے ہیں۔ حکومت کی ان بدترین آئینی ترامیم کے نتیجے میں ہوسکتا ہے کہ ایجی ٹیشن شروع ہو جائے جس میں دینی جماعتوں کے ساتھ دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ بھی شامل ہوسکتے ہیں۔ یہ صورت حال ملک و قوم کے لئے انتہائی خطرناک ہوگی کیونکہ اس ایجی ٹیشن کی صورت میں اگر دینی عناصر نمایاں ہوگئے تو امریکہ کو ہمارے ایٹمی اثاثہ جات پر قبضے کا بہانہ مل جائے گا۔ جبکہ اس موقع پر اگر یہ عناصر خاموش رہے تو صدر مشرف جو حسنی مبارک کی راہ پر چل رہے ہیں مزید تیس سال کے لئے اس ملک پر مسلط ہو جائیں گے جو کسی طرح بھی ملک کے لئے بہتر نہیں ہوگا۔ گویا صورت حال پائے رفتن نہ جائے ماندن کے مصداق ہوچکی ہے' جس میں صرف اللہ کی رحمت ہی ہماری دستگیری فرمائے تو جان چھوٹ سکتی ہے۔

القاعدہ اور افواج پاکستان کی تازہ ترین جھڑپ کا معاملہ انتہائی افسوسناک ہے جو دراصل افغانستان کے معاملے میں ۱۱ ستمبر کے بعد ہماری غلط پالیسی کا بدترین ڈراپ سین ہے' گویا اب یہ جنگ افغانستان سے نکل کر ہمارے قبائلی علاقے میں پہنچ گئی ہے۔ اگر قبائل کی طرف سے حکومت کے اس ملٹری آپریشن پر کوئی شدید ردعمل سامنے آیا تو نتائج بہت خوفناک ہوں گے۔ امریکہ جن لوگوں پر القاعدہ کا لیبل چسپاں کر رہا ہے' یہ دراصل وہ عرب مجاہد ہیں جو جہاد افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کرنے اپنے وطن سے نکلے تھے لیکن اب انہیں کوئی اسلامی ملک بھی پناہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ افسوس کہ اسلام کے خلاف امریکہ کی جنگ میں امریکہ کے معاون بن کر ہم نے حالات کو اس درجے بگاڑ لیا ہے کہ امریکہ کی خاطر اب مسلمان قوتیں ایک دوسرے کے مدمقابل آگئی ہیں۔

وطن عزیز پاکستان میں سودی نظام کے معاملے میں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

تجزیہ

آئینی ترامیم کا مجوزہ پیکج

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

حکومت نے آئین میں ترامیم کا پیکج نمبر 1 عوامی بحث مباحثے کے لئے تجویز کیا ہے جس میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں اٹھائیس آرٹیکلز میں مختلف ترامیم تجویز کی گئی ہیں۔ یاد رہے فوجی حکومت کو آئین میں ترامیم کرنے کا حق سپریم کورٹ نے دیا تھا۔ یہ صورتِ حال اس لحاظ سے بڑی مضحکہ خیز ہے کہ جب خود عدلیہ کو آئین میں ترمیم کرنے کا حق نہیں ہے تو وہ کسی دوسرے فرد یا ادارے کو یہ حق کس طرح تفویض کر سکتی ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین سمیت دنیا کے ہر آئین میں تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ قانون سازی اور آئین میں ترمیم کا حق صرف مقننہ کو حاصل ہوتا ہے عدلیہ محض آئین کی تشریح کر سکتی ہے اور انتظامی قوت کے ساتھ اسے نافذ کیا جاتا ہے۔ بہر حال ہماری عدلیہ نے از خود یہ اختیار حاصل کیا اور آئین میں ترامیم اور قانون سازی کا اختیار فردِ واحد کو دے دیا۔ البتہ یہ درست ہے کہ پاکستان میں یہ تجاوز پہلی مرتبہ نہیں ہوا جنرل ضیاء الحق کو بھی عدلیہ نے یہ اختیار دیا تھا۔ فوجی حکومتوں نے اس اختیار کا ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھایا۔ موجودہ فوجی حکومت کو عدلیہ نے آئین میں ترمیم کا اختیار مشروط دیا تھا اور یہ پابندی لگائی تھی کہ حکمران آئین میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں کر سکتے جس سے آئین کی بحیثیت مجموعی ہیئت تبدیل ہو جائے۔ لیکن جو اٹھائیس ترامیم پیکج نمبر 1 میں تجویز کی گئی ہیں اس سے آئین کی پارلیمانی صورت مسخ ہو گئی ہے اور وزیر اعظم پارلیمنٹ دونوں کے پاس اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کے لئے مناسب اختیارات نہیں ہوں گے اگر مجوزہ ترامیم کو من و عن قبول کر لیا جائے تو آئین نہ پارلیمانی رہتا ہے اور نہ صدارتی بنتا ہے۔ جس سے ایسی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی اور ملک کسی خوفناک سیاسی اور آئینی بحران میں پھنس سکتا ہے۔ مجوزہ ترامیم کو آئین میں جگہ دینے سے یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ دو ایسے افراد جن کی ذہنی ساخت قدرتی طور پر انتہائی مماثلت رکھتی ہو جو دیرینہ رفاقت رکھتے ہوں وہ بھی مفاہمت کے ساتھ حکومتی امور کی انجام دہی نہیں کر سکیں گے۔

آئیے سب سے پہلے ان تبدیلیوں کا جائزہ لیں جو آئین میں تجویز کی گئی ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اس میں طریقہ انتخاب جداگانہ ہے۔ واضح طور پر پارلیمانی نظام حکومت ہے۔ پارلیمنٹ کی میعاد پانچ سال ہے۔ ووٹرز کی عمر ۲۱ سال ہے۔ اسمبلی کے امیدوار کے لئے تعلیم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ نادہندگان انتخاب لڑ سکتے ہیں۔ صدر صرف وزیر اعظم کے مشورے پر قومی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔ ارکان اسمبلی وزیر اعظم کے لئے نام پیش کرتے ہیں۔ این ایس سی جیسے ادارے کی موجودہ آئین میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اراکین سینٹ کا انتخاب قومی

ابو الحسن

اور صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ افواج کے سربراہان کا تقرر وزیر اعظم کرتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کے لئے خود جماعت میں الیکشن کرانے کی کوئی شرط نہیں۔ صدر صوبوں کے گورنرز وزیر اعظم کے مشورے سے مقرر کر سکتا ہے۔ سینٹ کو مستقل ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ گورنر وزیر اعلیٰ کو ہٹا نہیں سکتا۔ سیاسی جماعتوں کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں کہ وہ کم از کم اتنے فیصد ووٹ ضرور حاصل کریں۔ اگر کوئی وزیر اعظم سبکدوش ہوتا ہے تو وہ دوبارہ وزیر اعظم بن سکتا ہے۔ قانون سازی میں قومی اسمبلی کو بالادستی حاصل ہے۔ آئینی ترامیم کے پیکج میں ان سب معاملات کو برعکس کر دیا گیا ہے یا کمی بیشی کر دی گئی مثلاً انتخابات مخلوط ہوں گے۔ پارلیمنٹ کی عمر ۴ سال اور ووٹر کی عمر ۱۸ سال کر دی گئی ہے۔ اسمبلی ممبر کے لئے کم از کم گریجوایٹ ہونا لازم ہے۔ تمام اہم اختیارات یعنی گورنر مقرر کرنے کا' افواج کا سربراہ مقرر کرنے کا وزیر اعظم نامزد کرنے کا اور اسمبلی توڑنے کا اختیار بھی صدر کے پاس ہوگا۔ NSC یعنی نیشنل سیکورٹی کونسل کی تلوار وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کے سر پر لٹکا دی گئی ہے۔ اس کا سربراہ بھی صدر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ پارلیمانی نظام حکومت ہو یا صدارتی وحدانی ہو یا وفاقی نظام خرابیاں کسی خاص نظام حکومت کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتیں بلکہ اس کا انحصار نظام چلانے والوں کے اخلاص اور کردار پر ہوتا ہے اگر نظام چلانے والے مخلص اور باکردار ہیں تو یقیناً اچھے نتائج مرتب ہوں گے البتہ کوئی ایک واضح نظام حکومت ہونا چاہئے حکومت کی smooth running کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ مجوزہ آئینی پیکج سے ہمارا نظام حکومت نہ پارلیمانی رہے گا نہ صدارتی یہ پارلیمانی اور صدارتی نظام کا ملغوبہ ہوگا اور ایسی صورت میں شخصیات کا تصادم لازم ہے جیسے ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ اگر محمد خان جونیجو جیسا شخص بھی فوجی صدر کے ساتھ گزارا نہیں کر سکا تو آسمان سے کون سا فرشتہ اترے گا جو فوجی صدر کو قبول ہوگا۔

اگرچہ بالائی سطور میں راقم یہ عرض کر چکا ہے کہ برا یا بھلا نظام حکومت نہیں ہوتا بلکہ اچھائی اور برائی کا اصل انحصار نظام حکومت چلانے والوں پر ہوتا ہے لیکن راقم کی نگاہ میں صدارتی نظام پاکستان کے لئے نسبتاً بہتر اور موزوں ہے ہمارے ہاں کے بعض سیاست دانوں اور دانشوروں نے انگریز کے چھوڑے ہوئے پارلیمانی نظام کو خواہ مخواہ تقدس قرار دیا ہوا ہے اور وہ زور و شور سے کہتے ہیں کہ صدارتی نظام پاکستان میں ناکام ہو چکا ہے اس کی مثال وہ صدر ایوب' یحییٰ' ضیاء الحق اور صدر مشرف کے ناکام دورِ حکومت سے دیتے ہیں حالانکہ یہ سب فوجی تھے اور انہوں نے قوتِ بازو سے حکومت پر قبضہ کیا تھا اور ان میں سے کوئی بھی براہ راست عوامی ووٹوں سے منتخب نہیں ہوا تھا۔ راقم کی رائے میں عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والا صدر پاکستان میں نسبتاً زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ پاکستان کی حکمرانی کی دوئی کبھی راس نہیں آ سکتی لہٰذا اختیارات کی کشمکش میں کبھی وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی طرح انتہائی طاقتور ہو جاتا ہے اور صدر فضل الٰہی کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور کبھی صدر ضیاء الحق اور غلام اسحاق کی طرح اتنا طاقتور ہو جاتا ہے کہ وہ وزیر اعظم کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال باہر کرتا ہے کبھی توازن قائم کرنے کے لئے صدر کے

(باقی صفحہ ۹ پر)

پاکستان کا مستقبل

اس وقت مجھے سلطنت برطانیہ کے وزیراعظم سرونسٹن چرچل کا وہ مشہور قول یاد آرہا ہے جو انہوں نے جنگ عظیم دوم کے زمانہ میں ایک صحافی کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ "جب تک ہماری عدالتیں آزادی اور خودمختاری کے ساتھ عدل و انصاف رسانی کے لئے اپنا کام کرتی رہیں گی، برطانیہ کی آزادی اور خودمختاری کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔"

میں مملکت خداداد پاکستان کی عدلیہ کے کردار کو قرارداد مقاصد اور دستور پاکستان کے آرٹیکل ۲ اور ۲ (الف) کے تناظر میں دیکھنے کا خواہش مند ہوں، جو انتظامیہ کے زیر اثر و غلبہ سے آزاد ہو۔ خودمختار ہو جس کے ارکان علم و تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوں۔ ان کا تقرر کرتے وقت چیف جسٹس ہائی کورٹس، چیف جسٹس پاکستان اور صدر مملکت حکم قرآنی "ان تودو الامانات الی اھلھا" کے بموجب عہدۂ ججی کی امانت اس کے اہل افراد کے سپرد کریں، جو اسلامی عدل و انصاف کی شاندار روایات کے امین ہوں اور فیصلے کرتے وقت ملکی سیاست، حکومت کے میلانات و رجحانات کی ذرہ برابر پروانہ کریں اور سختی کے ساتھ اسلامی قانون و عدل کے مطابق فیصلہ کریں۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: "اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" (النساء: ۵۸) اور "ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی" کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم جادۂ انصاف سے ہٹ جاؤ، انصاف کرو کہ انصاف تقوے کے زیادہ قریب ہے۔ یہاں تقویٰ سے مراد نفس انسانی کی وہ استمراری (مستقل) کیفیت ہے جو خداخوفی، احساس ذمہ داری اور اللہ رب العزت کے سامنے جواب دہی کے احساس و ادراک سے پیدا ہوتی ہے۔

امام علاء الدین الکاسانی (المتوفی ۵۹۵ھ) نے اپنی مشہور کتاب "البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" میں لکھا ہے کہ عدالتی فرائض کی انجام دہی ایک عبادت اور مذہبی فریضہ کی تکمیل ہے۔ امام السرخسی (المتوفی ۳۸۴ھ) نے اپنی کتاب "المبسوط" کی جلد ۱۶ صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے کہ انصاف رسانی ایمان کے بعد سب سے قوی عبادت اور فریضہ ہے۔ چنانچہ میں جب پاکستان کے مستقبل کی بات کرتا ہوں تو میری نظر میں ایسا پاکستان ہوتا ہے جس کا نظام حکومت، سیاست، تعلیم و ثقافت اور معیشت و معاشرت غیر اسلامی اور مغربی اثرات سے پاک و صاف ہو۔ انتظامیہ، صدر اور وزیراعظم سے لے کر ایک کلرک تک، فرض شناس، دیانت دار اور صحیح معنی میں خادم عوام ہو۔ جہاں دھن، دھونس اور دھاندلی اور کرپشن کے ذریعے ملک کے اقتدار پر قبضہ ممکن نہ ہو۔ جہاں ہر شہری کو ترقی کے یکساں مواقع میسر ہوں۔ جہاں امیر اور غریب دونوں کے لئے یکساں تعلیمی نظام رائج ہو۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ اگر آپ مجھے اپنے بچے کے صرف اسکول کا نام بتادیں تو میں یہ پیشگوئی کر سکوں کہ آپ کا بچہ مستقبل میں افسر بنے گا یا چپراسی یا زیادہ سے زیادہ کلرک۔ پولیس اور قانون و انصاف کا نظام ایسا نہ ہو کہ صاحب دولت و بااثر شخص قانون کے شکنجے کو مکڑی کے جالے کی طرح توڑ کر باہر نکل آئے اور غریب و کمزور آدمی ناکردہ گناہ کی پاداش میں عقوبت و سزا کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور اس کا خاندان ناداری و افلاس کے اندھیروں میں بھٹکنے اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے

جسٹس (ر) ڈاکٹر تنزیل الرحمن

بے یارومددگار چھوڑ دیا جائے اور عدالتیں صرف امیر آدمیوں کے لئے ہوں اور غریب آدمی اپنے حق کے حصول کے لئے زندگی بھر عدالتوں کے چکر کاٹتے کاٹتے تھک ہار کر بیٹھ جائے یا جان ہی سے گزر جائے۔

انتہائی افسوس اور دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مجھے پاکستان کے "حال" میں "بہتر مستقبل" کی جھلک نظر نہیں آتی۔ سیاسی، اقتصادی، تعلیمی اخلاقی اور معاشرتی غرض ہر لحاظ سے ہم پستی کی طرف جارہے ہیں۔ ہماری اپنی کوئی سیاست نہیں، مغربی استعمار بالخصوص امریکہ کی دلالی اور مفادات کی نگرانی ہماری سیاست ہے۔ اقتصادی طور پر سارا ملک مغربی استعمار کے ہاتھوں گروی رکھا جاچکا ہے۔ نام نہاد ماہرین کے ذریعے ملکی، صنعتی، تجارتی اور مالیاتی اداروں کو "پرائیوٹائز کئے جانے کے حق میں" کثیر رقوم کے عوض رپورٹیں حاصل کی جاتی ہیں اور آئے دن پرائیوٹائزیشن کے نام پر ملکی اثاثے خاص طور پر اسٹریٹیجک نوعیت کے، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نام منتقل ہو رہے ہیں جو درحقیقت مغربی استعمار کی علامت ہیں۔

ہمیں بھاری قرضوں پر سود کی ادائیگی کے لئے بھی ری شیڈولنگ کے نام پر سود در سود قرضے لینے پڑتے ہیں، اس طرح سود کا بڑھتا ہوا بوجھ سال بہ سال کے لئے آنے والی نسلوں کو نت نئے سودی شکنجوں میں جکڑ دیا ہے۔ ڈاکٹر شاہد حسین صدیقی کے بقول پاکستان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ ۴۹ ہزار روپے کا مقروض پیدا ہوتا ہے۔ اور ہم آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ایشیائی ترقیاتی بنک اور دیگر مالیاتی اداروں کے شکنجوں کو توڑنے کے بجائے انہیں اور مضبوط کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ہماری اپنی کوئی تعلیمی پالیسی نہیں [illegible] سوا ہمارا کوئی تعلیمی نظام نہیں۔ اخلاقی اقدار [illegible] مقام نہیں۔ معاشرتی میدان میں ہم نے کیبل، میوزک، پنک کلچر اور لبرل ازم کے نام پر ملک کے نوجوانوں کو الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ہر قسم کی اباحیت پسندی کا دیوانہ بنا ڈالا ہے۔ خاص کر موجودہ دور حکومت میں حالات نے ایسی کروٹ لی ہے اور پاکستان کو ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا ہے! کیا پاکستان قائم رہے گا؟ پاکستان دنیا کا وہ ملک ہے جس کو خودغرض فوجی و سول اہل اقتدار نے عالم سکرات میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کیا کشمیر کے پردے میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی کہانی دہرائی جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں؟ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعے کے پس منظر میں حالیہ واقعات اور اندرونی کشمکش کے نتیجے میں پاکستان کو امریکہ کا تابع مہمل اور "بچہ جمورا" بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سپہ سالار اور چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز نے برضا و رغبت وطن عزیز کے متعدد فوجی اڈے (بقول روزنامہ اسلام، جن کی کل تعداد گیارہ ہے) امریکہ اور اس کے اتحادی فوجوں کے کنٹرول میں دے دیئے ہیں۔ حتیٰ کہ ملک کے پانچ اہم ہوائی اڈوں کا کنٹرول بھی امریکہ کے ایف بی آئی کے حوالے کر دیا ہے۔ اس پر ملک میں چہ مگوئیاں ہوئیں۔ ایک اخباری نمائندے نے پاکستان میں امریکہ سابق سفیرہ وینڈی چیمبرلین سے اس بارے میں کچھ سوال کئے۔ جس پر محترمہ جزبز ہوئیں اور بالآخر سفیرہ صاحبہ نے جواب میں فرمایا کہ آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہم ان اڈوں کے کرائے کے پیسے آپ کی حکومت کو دے رہے ہیں۔ (روزنامہ جنگ، ڈان کراچی) اور اب تو معاملہ اور آگے بڑھ گیا ہے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کی فوجیں امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کی فوجوں کے ساتھ طالبان اور القاعدہ کے مبینہ ارکان کی تلاش و گرفتاری میں بھرپور تعاون کر رہی ہیں۔ جس میں بمباری اور قتل و غارت گری کی نوبت تک آجاتی ہے۔ یہ تعاون بھی پیسوں کے عوض ہی ہوگا۔ شاید اسی لئے ہمیں بار بار یہ نوید دی جاتی ہے کہ اسٹیٹ بنک میں

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

آزادی کی روشنی!

مشہور سیاح کرسٹوفر کولمبس نے ۱۲؍اکتوبر ۱۴۹۲ء کو امریکہ دریافت کر کے پوری دنیا کو ایک نئے برّ اعظم سے روشناس کرایا تھا۔ امریکہ بہت ہی کم عرصے میں دنیا کا سب سے طاقتور، خوشحال، ترقی یافتہ اور مشہور ملک بن گیا۔ اس کے شہر نیویارک کے قریب ایک جزیرے پر دنیا کا مشہور و معروف مجسمہ ''سٹیچو آف لبرٹی'' (Statue Of Liberty) نصب ہے۔ یہ مجسمہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا نشانِ امتیاز ہے۔ تانبے سے بنا ہوا ایک خاتون کا یہ قدِ آدم مجسمہ اپنے سیدھے ہاتھ کو فضا میں بلند کئے ہوئے ایک روشن مشعل کو تھامے ہوئے ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک تختی ہے، جس پر امریکہ کا یوم آزادی ۴ جولائی ۱۷۷۶ء درج ہے اور قدموں میں ایک ٹوٹی ہوئی زنجیر پڑی ہے، یعنی آزادی کی دیوی نے غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینکا ہے۔ اس مجسمے کے سر پہ موجود تاج سے ہر دم پھوٹتی کرنیں پوری دنیا کو آزادی کی روشنی دے رہی ہیں۔ یہ مجسمہ امریکہ آنے والے ہر فرد کو خوش آمدید کہتا ہے اور خوش آئند مستقبل کی دعوت دیتا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں اس مجسمے کو نہ صرف امریکی بلکہ ساری دنیا کے عوام کے لئے آزادی کی روشنی پھیلانے والی ایک قومی یادگار کے طور پر معنون کیا گیا۔ دنیا بھر میں آزادی کی روشنی پھیلانے والا یہ عظیم ملک اسرائیل کو روزانہ دس ملین ڈالر فراہم کرتا ہے۔ آج اس کے دستِ شفقت تلے اسرائیل، فلسطین کو بغیر چھت کی جیل بنا چکا ہے۔ امریکہ مشرقِ وسطیٰ میں امن کا قطعاً حامی نہیں ہے۔ امریکی ایوان اسرائیلی لابی کے ہاتھوں ہائی جیک ہو چکے ہیں۔ امریکی اہلکار اور سیاستدان کبھی بھی فلسطین کو آزاد نہیں ہونے دیں گے۔ آزادی کا یہ علمبردار اس وقت بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کے طور پر کمزور کرنے میں مصروف ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے پاکستانیوں میں بیرونِ ملک سرمایہ کاری کرنے کے رجحان میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے اور ہر سال تقریباً ۳۰۰۰ کے قریب پاکستانی آسٹریلیا، کینیڈا اور امریکہ کی امیگریشن حاصل کرنے کے لئے ۳۵؍ارب روپے کی سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی راہ دکھانے اور امیگریشن کی خواہش میں مبتلا کرنے میں امریکہ نے مہمیز دی، کیونکہ یہ اس کے لئے ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ مزید برآں اس طرح ذہین اور باصلاحیت افراد بھی اپنی آزادی کے پر کٹا کر امریکہ کے سنہری پنجرے میں قید ہو جاتے ہیں۔

امریکہ ۴ جولائی کو اپنا ۲۲۶ واں یوم آزادی منائے گا، لیکن اس مرتبہ صورت حال مختلف ہے۔ ڈر اور خوف دو بہت بری چیزیں ہیں۔ یہ جس شخص یا قوم میں سرایت کر جائیں، تباہی اس کا مقدر ہو کر رہتی ہے۔ آج یہ مکمل طور پر امریکہ میں سرایت کر چکی ہیں۔ ملک بھر میں حفاظتی

رعنا ہاشم خان

اقدامات پر امریکہ پہلے سے تین گنا زیادہ خرچ کر رہا ہے۔ کسی بھی خاص موقع پر عوام کو ''سکیورٹی ٹپس'' جاری کر دی جاتی ہیں۔ امریکہ میں دہشت گردی کے واقعات کے بعد ہر دن کوئی سربراہِ مملکت، کوئی وزیر یا کوئی سپر سٹار نیویارک شہر کو تسلی دینے کے لئے موجود ہوتا ہے۔ امریکی خفیہ اداروں کے اختیارات میں بے پناہ اضافہ کیا گیا ہے۔ امریکی حکومت فضاؤں اور خلاؤں میں اپنا خلائی نوآبادیاتی نظام قائم کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے اور اس مقصد کے لئے اب خلاء میں بھی فوج بھیج رہی ہے۔ امریکی عوام اپنے آپ کو ہر وقت غیر محفوظ اور خوف زدہ محسوس کرتے ہیں۔ امریکی معیشت روز بروز گر رہی ہے لیکن اسلحہ بنانے والی کمپنیوں کی چاندی ہو چکی ہے، جن کو امریکہ اپنی آزادی کی بقاء کے لئے روزانہ بڑے بڑے آرڈر دے رہا ہے۔ کیا المیہ ہے کہ وہ قوم جو سپر پاور ہے، جس کے ہاتھ میں دنیا کی طاقت ہی نہیں قیادت بھی ہے اس وقت اس حال کو پہنچی ہوئی ہے کہ ایوانِ اقتدار سے لیکر راہ گیر تک ہر شخص ایک نامعلوم قسم کے خوف میں مبتلا ہے۔ میڈیا کی تصویر کشی کی بدولت امریکی بچے ڈراؤنے خواب دیکھنے لگے ہیں۔ ہیروشیما پر ایٹم بم پھینک کر لاکھوں افراد کو لقمۂ اجل بنانے والا امریکہ، طالبان کے خونِ ناحق پر قہقہے لگانے والا امریکہ، یہ امن پسند اور عیش پسند امریکہ، مجسمۂ آزادی کے تاج سے پھوٹتی آزادی کی شعاعوں والا امریکہ آج اپنے آزاد عوام سے اپیلیں کر رہا ہے کہ یوم ''آزادی'' پر ہمیں دہشت گردی کا خطرہ لاحق ہے لہٰذا اس مرتبہ ''یوم آزادی'' اپنے اپنے گھروں میں بند ہو کر منائیں!

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ

دینی تعلیم و تربیت سے بھی مستفید ہو تو اسے

قرآن کالج لاہور

اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن۔ فون: 5833637

میں داخل کرائیے —— جہاں

ایف اے، آئی کام، آئی سی ایس، ایف اے جنرل سائنس اور بی اے کی تدریس کے ساتھ ساتھ قرآ عربی کے بنیادی قواعد اور قرآن حکیم کے ایک منتخ نصاب کی تدریس بھی کی جاتی ہے —— نیز دینی اخلاقی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے

کالج 191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن پر وا ہے۔ وہاں تشریف لا کر کالج کی عمارت اور فرنیچر وغیرہ شاندار ''قرآن آڈیٹوریم'' کا معائنہ بھی کیا جا سکتا ہے نیز کالج کا تعارفی بروشر مفت اور پراسپکٹس -/30 رو میں حاصل کیا جا سکتا ہے ڈاک سے منگوانے کے -/40 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں تا کہ رجسٹ پوسٹ سے ارسال کیا جا سکے۔

زیر اہتمام

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 03-5869501)

صدر مؤسس

ڈاکٹر اسرار احمد

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام تربیتی کورسز برائے ماہ جولائی 2002ء

14 تا 20 جولائی 2002ء	مبتدی	میاندم
21 تا 27 جولائی 2002ء	ملتزم	میاندم

آؤ جرم ضعیفی سے انکار کریں!

آج ہم کمزور کیوں ہیں کہ جرم ضعیفی کی سزا کو مرگ مفاجات کے طور قبول کرتے دکھائی دینے لگے ہیں۔ حالانکہ پاکستان کا حصول اتنا بڑا معجزہ تھا اور ہے کہ اس نے بڑے بڑے سازشیوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس قوم نے بیک وقت قائداعظم کی قیادت میں دو خونخوار بھوکے بھیڑیوں کے پنجوں سے چھین کر ارضِ پاک کو پاکستان کا نام دیا۔ اور اسے قائم کر کے نہ صرف دکھا دیا بلکہ اسے چلا کر وطنِ عزیز کے طور اسے دنیا کے نقشہ پر ابھار دیا۔ اصل بات یہ تھی اس وقت ہمارے اندر اتنا اعتماد تھا کہ کمزور ہونے اور جرم ضعیفی میں مبتلا ہونے کے باوجود ہم اس کی سزا یعنی مرگ مفاجات کو دل و دماغ پر مسلط نہیں کر پائے تھے۔ جب کچھ بھی نہ تھا ہمارا اعتماد عروج پر تھا۔ اور جب ہم نے سب کچھ حاصل کر لیا ہمارا تشخص مجروح کیوں ہوا کہ آج ہم خود کو زمانے کے بڑے چوہدریوں کی پاؤں کی ٹھوکروں میں محسوس کرنے لگے ہیں آج ہمیں بحیثیت قوم خود کو اس کیفیت سے نکالنے کے لئے اک تحریک بلند کرنی ہے اور اس کے لئے ہر فرد کے دل و دماغ پر مسلط اس فکر سے جان چھڑانی ہے کہ مجرمانِ جرمِ ضعیفی پر مرگ مفاجات کی سزا ہر حال مسلط ہو کر رہتی ہے۔ اب جبکہ ماہرین عمرانیات عالم اسلام کے اخلاق کریمانہ کو عصر جدید کی متمدن اور مہذب اقوام کے سکون و اطمینان سکھ و چین کو واپس لانے کے لئے تریاق قرار دے چکے ہیں ایسے موقع پر ہم خود کمزوری لاچاری اور خود کو گمنامی کے ایسے غار میں چھپانے کے لئے کوشاں ہیں کہ جہاں پر ہمارے دشمن کی نظر ہم پر نہ پڑ سکے۔ جب سے ہمارے ازلی دشمن نے نیا تنازعہ ابھار کر ہمیں بلیک میل کرنا چاہا ہے ہماری حکومت ہمارے حکمرانوں اور عوامی اکثریت کچھ ایسے اضمحلال کا شکار نظر آ رہی ہے کہ کشمیر سے بے زار نہیں تو اس قدر اسے دلدار بھی قرار نہیں دے رہی۔ ایک رائے یہ بھی ابھرتی دکھائی دیتی ہے کہ پاکستان کو کشمیر کے لئے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے آزادی کے ۵۳ سال خود کو نظریاتی بنیادوں پر آراستہ کرنے یا رکھنے کی طرف توجہ مبذول نہیں رکھی اور خود اس اسلاف کی میراث سے دستبردار ہوتے گئے جس کے باعث آج خود کو زمین پر آسماں سے دے مارے ہوئے آفت زدہ محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہم زمیں کا بوجھ کبھی نہیں رہے بلکہ ہمیشہ ثمر آور درخت اور بار آور ملت کے طور ہم نے وقت گزارا۔ ہمیں اپنے نظریہ کی حقانیت پر یقینِ کامل رکھتے ہوئے آگے بڑھنا چاہئے تھا۔ لیکن ہمارے اندر اس سے انحراف نے ایک ایسا ضعف پیدا کر دیا ہے کہ کل تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا کے مصداق ہم اپنی مسلم روایات سے پیچھا چھڑاتے جا رہے ہیں۔ کل قائداعظم نے نحیف و نزار پاکستان کو کشمیر کے لئے بھارت سے لڑایا کہ اسے انہوں نے اپنی شہ رگ قرار دیا اور کشمیریوں کے جذبۂ جہاد میں پاکستانی سرینگر تک جا پہنچے۔ سید انجم جعفری نے اسی کو تکمیل پاکستان کے عنوان سے یوں لکھا کہ ۔

اپنی آزادی مکمل کب ہوئی دانشورو
ارضِ پاکستان کی تشکیل ہے کشمیر سے
"ک" گر شامل نہ ہو تو لفظ مہمل ہی رہا
لفظ "پاکستان" کی تکمیل ہے "کشمیر" سے

لیکن ہم نے یہ نئی حب الوطنی کہاں سے تلاش کر لی کہ ہماری سوچوں میں کشمیر کی جنگ یا تحریک آزادی دہشت

کلیم اللہ ملک

گردی قرار پانے لگی۔ دشمن کے الزامات میں ہم خود بخود ڈھل کر اس کے مقاصد پورے کرنے لگے۔ دشمن تو ہمارے وجود کا ازلی مخالف ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کے بعد وہ ہمارے خلاف مزید سازش ترک کر دیتا۔ ہمارے حکمران اور چند دانشور اپنے اقتدار یا مفادات کے حصول کو بدلتے بین الاقوامی حالات کے سانچے میں ڈھال کر اگرچہ ان سے کچھ صلہ پا لیتے ہیں لیکن وقت کی رفتار یہ ثابت کرتی رہی ہے کہ ہمارے راہبر خود دوسروں کی راہ چل کر رہ گئے لیکن ان کی بے ضمیری ان کی حریت فکری کی مخالفت ان کی نظریہ پاکستان کو مسمار کرنے کی ادائیں بھی پاکستان کو کچھ دلا نہ سکیں تو پھر بار بار اپنے جذبہ حب الوطنی کو ہم مجروح کیوں کرتے ہیں۔

دانشوران ملک و ملت نے اس قومی زوال کو اپنے فکر و نظریہ سے دیدۂ دانستہ انحراف قرار دیا ہے۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ وطن عزیز میں ہم نہ امت وسط کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے اور نہ ہی ہم اجتماعی معاشرت و دیگر نظام ہائے کو اس سمت رواں رکھ سکے۔ ملک دولخت ہو گیا اور قوم نے سنبھلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اگر کشمیر دشمن دین و وطن یا بدمعاش بین الاقوامی چوہدریوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے تو کیا ہماری دشمنی سے باز آ جائیں گے ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات کے فارمولا کے نفاذ کا ہمارے اوپر بلا چوں و چرا اطلاق ہو گا۔ یعنی مشرقی پاکستان کے بعد کشمیر اور پھر خدانہ کرے سندھ کو دولخت کرنے کے اس کے ناپاک منصوبہ کے سامنے بھی سر جھکانا پڑے گا۔

ہم ان اسباب پر غور کر کے انہیں دور کرنے کی بجائے کہ جو ہمیں اس سوچ ضعیفی تک لے آئے ہیں ایسے شارٹ کٹ سوچنے لگے ہیں کہ کشمیر ہمیں چھوڑنا پڑے گا حالانکہ بابائے قوم نے لندن سے ہندوستان آتے ہوئے ۱۹۴۶ء میں قاہرہ میں موتمر عالم اسلامی کے صدر سید امین الحسینیؒ کے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اب فلسطینیوں کو اپنے آپ کو بے گھر سمجھنا ترک کر دینا چاہئے کہ ان کا ایک وطن پاکستان معرض وجود میں آنے والا ہے۔ راقم بتانا چاہتا ہے کہ زوال کی بڑی وجوہات کی درستی کا اہتمام کرنے یا ان سے پیچھا چھڑانے کی بجائے ہماری قوم ایسی راہ پر چل پڑتی ہے جو اس کے اپنے وجود کی نفی کی طرف جاتی ہے۔ ہمارے مخلص دانشور قائدین اخلاقی پستی، مریضانہ سیاست، رشوت و خیانت، صنعتی بے راہ روی، بے حیائی فحاشی، تعلیمی پسماندگی، حکومتی منفی کردار، لوٹ کھسوٹ، دوہرے نظام تعلیم کے پرسوز محاصل کو اسباب بتاتے ہوئے اپنے اصل مقام کی طرف لوٹنے کے لئے ان سے گریز کا سبق دیتے رہے ہیں لیکن حکومتوں سے لے کر عام فرد تک انہیں ترک کرنا ہمیشہ اپنے مفادات کے خلاف سمجھتا رہا ہے۔ جناب پروفیسر کرم حیدری نے بڑا اچھا حوالہ دیا کہ قومی زوال کی اصل وجوہات کو دور کرنے کی بجائے اپنے ترکے اپنے ورثے سے ہاتھ دھونا اور ہمیشہ پسپائی ہی کو اپنی بقاء قرار دینا کیا ہمیں زمانے میں ٹھہرنے کے قابل چھوڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم خود بت شکن کا کردار ترک کر رہے ہیں جس کی بدولت آج نقشہ یہ ہے کہ ۔

اک دوڑ ہے دولت کے لئے ملک میں جاری
ہر شخص نظر آتا ہے دولت کا پجاری
دولت ہی بنی قبلہ بھی اور قبلہ نما بھی
معبود بھی مسجود بھی ہے بلکہ خدا بھی
ہیں طفل و زن و پیر و جواں اس کے پرستار
فکر و عمل و قلب و زباں اس کے گرفتار

آج جو جرم ضعیفی ہمیں محسوس ہو رہا ہے۔ اس میں امت وسط بنانے سے لے کر ہمارے حقیقی عروج تک تو ہم اس جرم کے مجرم قرار نہ پائے آج بھی اس فلسفہ اس اصول اس حقیقت میں سر مو کوئی فرق نہیں اگر ہمیں بھارت سمیت

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

عالم عرب اور ملتِ اسلامیہ پاکستان کا المیہ

نعیم اختر عدنان

فلسطین اور کشمیر دو ایسے خطے ہیں جہاں مسلمانوں کی عظیم اکثریت آباد ہے مگر یہاں کے باسی غلامانہ زندگی بسر کرنے پر ہی مجبور نہیں ہیں بلکہ انہیں یہود و ہنود کے بہیمانہ ظلم و تشدد کا بھی سامنا ہے۔ نصف صدی سے بھی زائد عرصے سے پورا عالم انسانیت اور عالم اسلام فلسطینی و کشمیری مسلمانوں کے پانی کی طرح بہتے ہوئے خون کو "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کے مصداق مکمل خاموشی اور انتہائی بے حسی کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ عرب دنیا کے حکمران ہر قسم کی مادی نعمتوں اور تیل جیسی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود "ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے" کا نمونہ بنے ہوئے ہیں گویا مٹھی بھر یہودیوں نے پورے عالم عرب کو نکیل ڈال کر بے بس کر رکھا ہے۔

برصغیر کی ملت اسلامیہ کا حال بھی عالم عرب کے مسلمانوں سے چنداں مختلف نظر نہیں آتا۔ بھارت نے اہل کشمیر کو فرعون مصر کی طرح اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے تو رب رحیم نے حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم المرتبت پیغمبر کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے بنی اسرائیل کو آل فرعون کی غلامی اور ظلم و ستم سے نجات دلا دی۔ مگر بحالات موجودہ نہ تو عالم عرب میں کوئی "سربکف کلیم" اسرائیل جیسے فرعون کا طلسم توڑنے کے لئے میدان عمل میں جلوہ گر نظر آتا ہے اور نہ ہی اہل کشمیر کو بھارت کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے کوئی احمد شاہ ابدالی معرکہ زن دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت مسلم دنیا کے منظر نامے پر "لارنس آف عریبیا" اور میر جعفر و میر صادق جیسے کردار پوری طرح سرگرم عمل اور متحرک ہو چکے ہیں۔ امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی پر مولانا الطاف حسین حالیؒ نے بہت پہلے نوحہ خوانی کرتے ہوئے کہا تھا۔

اے خاصائے خاصان رسلؐ وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دیں بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
وہ آج پردیس میں غریب الغرباء ہے

ہادی برحق ﷺ نے اپنی امت کو بہت پہلے آنے والی صورت حال سے آگاہ فرما دیا تھا۔ فرمان نبویؐ کا ترجمہ: "اے مسلمانوں تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب کافر اقوام (عالمی برادری) تم پر اس طرح حملہ آور ہو جائیں گی جیسے کھانا کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔" اس پر جانثاران صدق و وفا نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا ہماری تعداد اس دن اتنی کم ہو جائے گی کہ ہم کفار کے لئے لقمۂ تر بن جائیں گے' اس پر نبی کائنات ﷺ نے فرمایا "بلکہ اس دن تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی مگر تمہارے اندر "وھن" پیدا ہو جائے گا۔" جاں نثاران محمد ﷺ نے عرض کیا یہ "وھن" کیا ہوتا ہے۔ وضاحت کردی گئی حب الدنیا و کراهية الموت دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔ آج عالم اسلام کو درپیش حالات کا تجزیہ کیا جائے تو محمد ﷺ کا ارشاد اپنی پوری صداقت کے ساتھ امت مسلمہ کی تصویر کشی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ عالم عرب کا رہبر و رہنما سعودی عرب تیل کی دولت کے ساتھ ساتھ کعبۃ اللہ اور روضۂ رسولؐ کی عظمتوں کا بھی امین ہے۔ دیگر عرب ممالک کو بھی اللہ تعالیٰ نے مادی وسائل کی فراوانی عطا کر رکھی ہے مگر شاہی محلات کی آسائشوں اور مغربی ممالک کی فرمائشوں نے عالم عرب کے حکمرانوں کو کٹھ پتلیوں اور بے جان مجسموں کا روپ عطا کر رکھا ہے' یہ وہ سوکھی لکڑیاں ہیں جو سوائے آگ دکھائے جانے کے اور کسی قابل ہی نہیں ہیں۔ آج کی عرب دنیا پر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پوری طرح چسپاں ہوتا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ملت اسلامیہ پاکستان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت اور اپنے بے پایاں فضل و کرم کے ذریعے انگریز اور ہندو کی مشترکہ غلامی کے طوق سے آزادی دلا کر دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت قائم فرما دی۔ دو قومی نظریے کی اساس و بنیاد پر قائم ہونے والی اس مملکت کو اللہ تعالیٰ نے زرخیز زمین' بے پناہ معدنی وسائل' جفاکش اور ذہین افرادی قوت اور سب سے بڑھ کر دنیا کی جدید ترین اور موثر تر قوت یعنی ایٹمی صلاحیت اور میزائل ٹیکنالوجی سے بھی سرفراز فرما دیا۔ گویا پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سرزمین کا روپ عطا کر دیا جس کے بارے میں کسی شاعر کے الفاظ پوری طرح واضح ہو کر سامنے آ جاتے ہیں "موسم اچھا' پانی وافر' مٹی بھی زرخیز" مگر وطن عزیز کی فوجی و سیاسی اور مذہبی و دینی قیادت کے اجتماعی جرائم کی وجہ سے ایٹمی قوت سے مسلح عظیم تر پاکستان امریکہ و برطانیہ کی سازشوں اور بھارت کی گیدڑ بھبکیوں کے آگے بھیگی بلی بن کر اپنے کردار و عمل سے بیگانہ و بیزار ہو چکا ہے کہ "پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی" پاکستان کے حکمران ٹولے کو اقتدار کی محبت نے اندھا و بہرہ کر رکھا ہے' ایسے ہی ناعاقبت اندیش لوگوں کے بارے میں قرآن گونگے' بہرے' اندھے اور بے عقل کے معنی خیز الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ہمارے حکمران خدا کی رحمت اور مدد پر بھروسہ کرنے کی بجائے امریکہ و برطانیہ جیسے بتوں سے امیدیں وابستہ کر کے نہ صرف امت مسلمہ کے مصائب اور مشکلات میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں بلکہ مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کا سامان بھی فراہم کر رہے ہیں' ہم بیت المقدس کو مسلمانوں کا قبلہ اول اور کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیتے ہیں۔ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد کو جہاد آزادی گردانتے ہیں مگر اب پوری دنیا کو یہ یقین دہانیاں اور تسلیاں دے رہے ہیں کہ پاکستان اپنے کشمیری بھائیوں کی عملی مدد ہرگز ہرگز نہیں کرے گا۔ گویا ہم نے لاچار و بے بس اور مجبور و مقہور کشمیری مسلمانوں کو یہ پیغام دے دیا ہے کہ ہم تمہاری محبت سے باز آئے اب تم کشمیر کی آزادی کا پان دان اٹھا ہی لو تو اچھا ہے۔ آج امریکہ کی قیادت میں پوری دنیائے کفر بھارت اور اسرائیل کے مفادات کی محافظ و نگہبان بن چکی ہے اور عالم کفر نے عملاً ملت واحدہ بن کر اسلامی دنیا کو برائی کا محور قرار دے کر ایک نئی صلیبی جنگ کا آغاز کر رکھا ہے مگر مسلم دنیا کے نام نہاد حکمران اور بالخصوص پاکستان کے اقتدار پر قابض ٹولے نے کشمیر کی جدوجہد آزادی سے اپنی برات کا اظہار کر کے جہاد کی بساط ہی کو الٹ دیا ہے۔ یہی مکروہ کھیل اسلامی امارت افغانستان کے خلاف بھی کھیلا گیا اور کشمیری مسلمانوں کے جہاد حریت کے ساتھ بھی وہی سلوک اختیار کیا جا چکا ہے۔ اس صورت حال کو شاعر کی زبان میں کچھ اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔

رنگِ گل کا سلیقہ ہے نہ بہاروں کا شعور
ہائے کن ہاتھوں میں تقدیر حنا ٹھہری ہے

بقیہ: تجزیہ

اختیارات بڑھائے جاتے ہیں اور کبھی وزیر اعظم کے لیکن یہ توازن آج تک قائم نہیں ہو سکا۔ بہر حال راقم کی جنرل مشرف سے درخواست ہے کہ وہ کوئی واضح نظام قائم کریں اگر صدارتی نظام قائم کرنا ان کے بس کی بات نہیں تو حقیقی معنوں میں پارلیمانی نظام حکومت قائم کریں۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنی ذات سے بالاتر ہو کر نہیں سوچیں گے۔ اپنی نصف صدی سے زائد کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں ہمارے ہر حاکم نے (اِلا ماشاء اللہ) ملک و قوم کے مفاد کو ترجیح دینے کی بجائے ہر شے کو اپنی ذات کے گرد گھمانے کی کوشش کی جس کا آج ہم نتیجہ بھگت رہے ہیں ہمارے پاس اب کھو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے ہمارے ازلی دشمن نے اپنی افواج کو ہماری سرحدوں پر جمع کیا ہوا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل ہمارے ایٹمی اثاثہ جات پر قابو پانے کے لئے گھات لگائے بیٹھے ہیں اس وقت ہمارے سیاست دانوں یا مقتدر قوتوں کی چھوٹی سی غلطی بھی ہمارے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ ○○

بوتل کا مشروب: احتیاط کریں

کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ایک فضول اور فالتو چیز کے طور پر ہم سانس کے ذریعہ خارج کرتے ہیں لیکن بوتل پیتے وقت یہ گیس ایک بار بھی ہمارے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ بوتلوں کا ایک اہم جزو ہے۔ یہ بوتل کے ذائقے پر اثر انداز ہوتی ہے اور اسی وجہ سے بوتل میں خاص قسم کے بلبلے پیدا ہوتے ہیں جو پینے والے کے منہ کے اندر ایک گدگدی سی پیدا کرتے ہیں اور ذائقے اور مصنوعی ٹھنڈک کا احساس بڑھاتے ہیں۔ بوتلیں بنانے والی کمپنیوں کے لئے کاربن ڈائی آکسائیڈ کا استعمال اس لئے بھی اہم ہے کہ اس کی وجہ سے بوتل کا پانی کافی زیادہ عرصے تک خراب نہیں ہوتا۔

بوتلوں کا ایک بڑا جزو پانی ہے عام بوتلوں میں ۹۰ فی صد پانی ہوتا ہے جب کہ ڈائیٹ بوتلوں میں اس کی مقدار ۹۹ فیصد ہوتی ہے۔ بوتلیں بنانے والی کمپنیاں پانی کو ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک کرنے کے لئے اس کو ٹریٹ کرتی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پانی میں پائے جانے والے معدنی اجزاء ختم ہو جاتے ہیں۔ امریکہ کے تحفظ ماحولیات کے ادارے کے مطابق عمل کشید سے گزرے ہوئے پانی میں چونکہ معدنی اجزا نہیں ہوتے اس لئے اس میں ایک کاٹ پیدا ہو جاتی ہے اور اس پانی کا جس چیز سے بھی واسطہ پڑتا ہے یہ اس کو تحلیل کر سکتا ہے۔ تحقیق سے یہ بات بار ہا ثابت ہو چکی ہے کہ بوتلوں کا زیادہ استعمال کرنے والے افراد کے پیشاب میں بہت زیادہ مقدار میں کیلشیم میگنیشیم اور دوسرے معدنی اجزاء کا اخراج ہوتا ہے۔ اگر انسانی جسم سے زیادہ مقدار میں معدنی اجزاء خارج ہو جائیں تو ہڈیوں، گلے کے غدود اور دل کی بیماریوں اور ہائی بلڈ پریشر کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

اگرچہ کشید کئے گئے پانی کے استعمال سے جسمانی نظام کی وقتی طور پر صفائی ہو جاتی ہے۔ اس سے جسم میں تیزابیت پیدا ہو جاتی ہے اور تیزابیت سے پیدا ہونے والے اجزاء کو بیماری اور قبل از وقت بڑھاپے کا باعث گردانا جاتا ہے۔ تجربات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عرصے تک کشید کیا گیا پانی استعمال کرے تو معدنی اجزاء کی کمی اور تیزابیت کی زیادتی کا شکار ہو جاتا ہے مثال کے طور پر اگر کوئی بچہ ۱۴ یا ۱۵ سال کی عمر میں دو بوتلیں روزانہ پیتا ہے اور اس وجہ سے کھانا کم کھا رہا ہے تو کچھ عرصہ بعد وہ کیلشیم کی کمی کا شکار ہو کر ہڈیوں کی خطرناک بیماری Osteoporosis میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

بوتلوں کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے ان میں خوراک کو محفوظ کرنے والے کچھ اجزاء کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بوتلوں میں موجود تیزابیت اور کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی انہیں جلد خراب ہونے سے بچاتی ہے تاہم موسم کی شدت اور زیادہ عرصہ تک سٹور کرنے کی وجہ سے بعض اوقات بوتلوں کا ذائقہ خراب ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض بوتلوں میں خوراک کو محفوظ کرنے والے اجزاء کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر دوسرے اجزاء کی طرح ان کا ذکر بھی بوتل کے لیبل پر کہیں نہیں ہوتا۔

بینزوک ایسڈ (Benzoic Acid) کا شمار بھی ایسے ہی اجزاء میں ہوتا ہے اور اس کا استعمال کئی بوتلوں میں

تحریر: خالد محمود شرما
مرسلہ: جاوید خان

کیا جاتا ہے۔ بینزوک ایسڈ کی وجہ سے بعض لوگوں کو دمہ، جلد کے پھوڑے پھنسیاں اور جسمانی نظام کی تیزی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملائیشیا میں کئے گئے ایک تجزیے کے مطابق بوتلوں کے ۱۴ برانڈز میں بینزوک ایسڈ پایا گیا۔ بعض بوتلوں میں سلفر ڈائی آکسائیڈ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جو بوتلوں کو محفوظ کرنے کے ساتھ ہی لیموں کے جوس کے رنگ کو تبدیل ہونے سے بھی بچاتا ہے۔ اس کی وجہ سے بعض افراد کمزوری، بے ہوشی، جسم کی سوجن، چھاتی کا جکڑے جانا اور جلدی پھوڑوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ جن لوگوں کا جسم اس کیمیکل کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہو ان میں سخت ردعمل کے طور پر Shock اور کبھی کبھی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

سلفر ڈائی آکسائیڈ کی وجہ سے دمہ کے مریضوں میں زیادہ دورے پڑنے شروع ہو سکتے ہیں۔ یہ کیمیکل اتنا زہریلا اور خطرناک ہے کہ اگر انسانی جسم کو بہت تھوڑی مقدار میں سہی بار بار اس سے واسطہ پڑے تو انسانی خلیوں میں جنیاتی (Genetic) تبدیلیاں بھی واقع ہو سکتی ہیں۔

بہت کم ذائقے ایسے ہیں جو قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اکثر بوتلوں میں جو ذائقہ پایا جاتا ہے وہ قدرتی اجزاء کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مصنوعی ذائقوں کا استعمال کیا جاتا ہے جو سستا بھی پڑتا ہے ان مصنوعی ذائقوں کا ذکر بھی بوتل کے لیبل پر نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان ذائقوں کی ساخت بہت پیچیدہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اورنج یا سنگترے کا جو مصنوعی ذائقہ استعمال ہوتا ہے اس میں انفرادی اجزاء کی تعداد چار سو تک ہے۔

ملائیشیا میں کئے گئے ایک ٹیسٹ کے مطابق بہت سی بوتلوں میں مصنوعی رنگ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً پیپسی Mountain Dew میں ٹارٹرازین Tatrazine جب کہ مرنڈا کی بوتل میں ٹارٹرازین کے علاوہ Sunset Yellow کا استعمال ہوتا ہے۔

ٹارٹرازین کا استعمال ناروے اور فن لینڈ میں ممنوع ہے کیونکہ اس رنگ کی وجہ سے جلدی پھوڑے، سوجن، ناک کا بہنا اور آنکھوں کی سرخی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ Sunset Yellow کا استعمال بھی کینسر پیدا کر سکتا ہے۔ کولا کی بوتلوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں Caramel کا رنگ استعمال ہوتا ہے جو جنیاتی اثرات کے ساتھ کینسر کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔

بوتلیں پینے سے آپ کے دانت تباہ ہو جاتے ہیں برٹش ڈینٹل ایسوسی ایشن کے مطابق میٹھی اور تیزابی بوتلیں پینے کے فوراً بعد اگر دانتوں کو برش سے صاف کیا جائے تو دانتوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے۔ دانتوں کے معالج کہتے ہیں کہ پہلے دانتوں کی دو بیماریاں بہت عام تھیں یعنی کیڑا لگنا اور مسوڑھے خراب ہونا مگر آج کل تیسری بیماری بہت پھیلتی جا رہی ہے۔ اس بیماری کو Dental Erosion کہتے ہیں اور بچوں میں یہ بہت پائی جاتی ہے اس بیماری کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ دانتوں پر رگڑ وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً سوتے میں دانت پیسنے والوں میں اکثر دانتوں کی سطح تباہ ہو جاتی ہے۔ مگر نئی تحقیق کے مطابق یہ بیماری دانتوں پر کیمیائی اثرات کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے اور بوتلوں میں پائے جانے والے تیزابی کیمیکل بچوں میں اس بیماری کی وجہ بن سکتے ہیں۔

کسی بھی چیز کی تیزابیت کو جانچنے کے لئے جو پیمانہ استعمال ہوتا ہے۔ اسے پی ایچ ویلیو (pH) کہتے ہیں۔ جتنا کسی مشروب کی پی ایچ ویلیو کم ہوتی ہے اس میں اتنی ہی زیادہ تیزابیت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک دانتوں کی تباہی یعنی Dental Erosion کا تعلق ہے وہ تمام مشروبات جن کی پی ایچ ویلیو 5.5 سے کم ہوتی ہے وہ اس بیماری کا باعث بن سکتے ہیں۔ ایسے کچھ مشروبات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

نام مشروب	پی ایچ ویلیو
ا۔مشہور کولا برانڈ (چینی والے)	۲.۴_۲.۸
۲۔ڈائٹ کولا (مصنوعی مٹھاس والے)	۲.۶_۳.۰
۳۔کم حراروں والی دوسری بوتلیں	۳.۰_۳.۲
۴۔گریپ فروٹ جوس	۳.۱_۳.۴
۵۔سنگترے کا جوس	۳.۳_۳.۵
۶۔سیب کا جوس	۳.۴_۳.۷

(بشکریہ برٹش سوفٹ ڈرنک ایسوسی ایشن)

آج کل بوتلوں میں بہت سے ذائقے متعارف ہو چکے ہیں۔جن میں پھلوں کے علاوہ کولا کا ذائقہ بہت مقبول ہے۔ایک عام بوتل کے ہر ۱۰۰ ملی لیٹر میں اندازاً ۳۵ سے ۴۰ حرارے (Calories) ہوتے ہیں۔زیادہ تر پھلوں کے جوس میں بھی حراروں کا یہی تناسب ہوتا ہے۔جب کہ دودھ اور چینی والی کافی میں اتنی ہی مقدار میں حرارے کچھ کم ہوتے ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ بوتلوں میں پائے جانے والے حرارے غذائی طور پر کچھ کھوکھلے ہوتے ہیں کیونکہ ان حراروں کا اصل منبع مشینی طور پر صاف کی گئی چینی (Refined Sugar) ہوتی ہے جو صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

بہت سی بوتلوں میں سوڈیم کا استعمال ہوتا ہے۔خاص طور پر کم حراروں والی ڈائیٹ بوتلوں میں سوڈیم بہت زیادہ ہوتا ہے۔پیپسی ڈائٹ بوتلوں میں ۳۱ ملی گرام سوڈیم پایا جاتا ہے۔یاد رہے کہ سوڈیم کا زیادہ استعمال انسان کو ہائی بلڈ پریشر جیسی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔بوتلوں میں موجود اجزاء کو یکجا اور ہم آمیز رکھنے کے لئے ان میں بہت سے کیمیکل ڈالے جاتے ہیں۔ Polyethylene Glycol بھی ایک ایسا ہی مرکب ہے۔مگر اس کی اصل حقیقت ہے کہ اسے گاڑیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔یہاں یہ پیٹرول ڈیزل آئیل کو حل کرنے اور اسے منجمد کرنے سے بچانے میں کام آتا ہے۔

اپنے تمام تر زہریلے اور خطرناک اجزاء کے باوجود بوتلیں آج کل بہت مقبول ہیں اس کی وجہ جارحانہ اشتہار بازی اور پروموشن اور مارکیٹنگ کے لئے زوردار اور بعض اوقات اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال ہے۔اشتہارات کے ذریعے ایک خاص قسم کی نفسیاتی مہم چلائی جاتی ہے۔جس کے تحت بوتلوں کو کھیل، گلیمر اور نوجوانوں کے ساتھ اس طرح گڈمڈ کیا جاتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کا اٹوٹ انگ نظر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بوتلیں بچوں اور نوجوانوں میں بہت مقبول ہیں۔اس پوری مہم کو کامیاب بنانے کے لئے بوتلیں بنانے والی کمپنیاں شہر کی بڑی بڑی مارکیٹوں سے لے کر گاؤں کے چھوٹے سے کھوکھے تک اور سینما گھروں سے لے کر سکول کی کینٹین تک بوتلوں کی فراہمی کو یقینی بناتی ہیں تاکہ صارفین آسانی سے بوتل حاصل کر کے مزے اڑائیں اور اپنے جذبات کی تسکین حاصل کریں۔

ایسی نفسیاتی اشتہار بازی کے ذریعے بوتلیں بنانے والی کمپنیاں منافع کمانے کے لئے ہمیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتی ہیں اور ہم ان کے جال میں پھنس کر اپنی صحت اور دولت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔خاکسار کی رائے ہے کہ اگر کوئی مشروب پینا ہی چاہتے ہیں تو ہمارے روایتی مشروبات لسی، گنے کا رس اور ستو سے لطف اندوز ہوں جو مزیدار ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی صحت کے لئے بھی بہتر ہیں اس کے علاوہ تازہ پھلوں کا رس بھی نہایت صحت مند مشروب ہے۔(بشکریہ: ماہنامہ نیاز مانہ مارچ 2002ء)

بقیہ: آواز دوست

ساڑھے پانچ ارب ڈالر کے اثاثے ہو گئے جو پاکستان کی تاریخ میں کبھی نہ تھے۔ظاہر ہے کہ یہ صنعت و تجارت کے ذریعے نہیں حاصل ہوئے۔تو پھر یہ اربوں ڈالر کہاں سے آئے؟ اور کس چیز کا معاوضہ ہے اس کا جواب موجودہ حکمرانوں کے ذمہ ہے کہیں خون مسلم کی ارزانی تو اس کا سبب نہیں اور شاید اسی موقع کے لئے کسی شاعر نے کہا تھا:

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اس تمام تر صورتحال کا اصل سبب ہمارا موجودہ غیر نمائندہ نظام حکومت ہے۔شخصی حکمرانی کا دور دورہ ہے۔ریاستی جبر کو کھلی چھٹی ہے۔سب وزیر ومشیر ان فوجی افسران کے ملازم و ماتحت ہیں۔آزادرائے دہی کے حصول کا کوئی باقاعدہ اور موثر فورم نہیں۔جنرل پرویز نے ایک غیر ملکی ایجنسی کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہماری فوج ایک ڈسپلنڈ فوج ہے اور سب میرے حکم بردار ہیں۔ایسی صورت میں غلطیوں پر غلطیاں ہو رہی ہیں۔ٹوکنے والا کوئی نہیں۔روزنامہ ڈان کے مشہور کالم نویس ایاز میر نے اپنے کالم بعنوان Why army is taking another wrong turning (روزنامہ ڈان کراچی ۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء) کے پہلے پیراگراف میں لکھا تھا کہ جنرل مشرف نے اتنی ڈھیر ساری غلطیاں کی ہیں کہ اگر کوئی سول لیڈر اس سے آدھی بھی غلطیاں کرتا تو اسے بہت پہلے بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا جاتا۔اصل پیراگراف ملاحظہ ہو:

FOR someone fond of the word 'strategy' (his favourite noun), General Musharraf has shown a surprising gift for getting the larger picture wrong. It is not the fasion nowadays to recall his mistakes but for half of those he has committed, a civilian leader would have been thrown to the wolves long ago.
(The Daily Dawn Karachi. Dated (April 19.2002)

جنگ کے معروف کالم نویس حسن نثار کے بقول اب میرے پاس لکھنے کو کچھ نہیں رہا۔اور یوں بھی ع
کون سنتا ہے فغان درویش

بقیہ: دعوت فکر

دوسرے چوہدریوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی ہے تو پھر ہمیں اپنے وقار کی دھوپ گہنانے والے ملگجی سویروں سے پیچھا چھڑانا ہوگا۔اپنے زوال کے باعث قوم کو دڈیروں کی قبولیت چوہداہٹ ترک کرنا ہوگی۔چڑھتے سورج اور ان کے پجاریوں کو اپنے فکری ماحول سے دیس نکالا دینا ہوگا جن باطل افکار اور جن باطل قیادت نے خوبی سور دشنی معدوم کر رکھی ہے ان ظلمتوں کے ایجروں کو تلف کرنا ہوگا۔راہزنوں کو معتبر اور لٹیروں کو راہبری کے منصب سے ہٹانے کے لئے جرأت سے آگے بڑھنا ہوگا۔یہ ایسی لغزشیں ہیں جن کا شعور ادراک پیدا کر لیا جائے تو ضعیفی دم توڑ سکتی ہے ہماری ملی حمیت ہمیں وہ قوت واپس دلا سکتی ہے جس کے باعث ہمیں قوت دار تسلیم کر کے دنیا کی اپنی بقاء کے لئے لازمی قرار پائے گا۔

قارئین کرام! آیئے ہم اپنے اپنے ماحول میں ان افکار کو عام کرنے کی تحریک پیدا کریں اگر ایسا کر لیں ہمارا جذبۂ حب الوطنی بھی ایک فقید المثال عروج حاصل کر لے گا ورنہ پھر یہی مقدر رہے گا کہ

ہر نفس یہاں سولی پر چڑھا ہو جیسے
زندگی معرکۂ کرب و بلا ہو جیسے
اس نے پیمان وفا توڑ دیا ہو جیسے
وقت نے ساتھ مرا چھوڑ دیا ہو جیسے
وہ تکبر ہے کہ ہر شخص خدا ہو جیسے
شہر کا شہر مگر ڈوب رہا ہو جیسے

انتقال پُر ملال

تنظیم اسلامی بیروت کے ملتزم رفیق و نقیب اعلیٰ جناب عبدالرزاق عباسی کے چھوٹے بھائی اور تنظیم اسلامی اسلام آباد کے ملتزم رفیق اعجاز عباسی کے چچا جناب عبدالجبار عباسی ۱۹ مئی کو حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال کر گئے۔رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

’’جدید اسلامی ریاست میں ٹیکسوں کا نظام‘‘

ٹیکس فورم کے زیر اہتمام سیمینار سے امیر تنظیم اسلامی کا خطاب

ٹیکس فورم ٹیکسوں سے متعلق اپنی نوعیت کا منفرد اور بہترین میگزین ہے اور بہت تھوڑے عرصے میں اپنی فیلڈ سے متعلق پڑھے لکھے طبقے میں اپنا مقام پیدا کرلیا ہے۔ ٹیکس فورم کے ایڈیٹر جناب شاہد پرویز جامی صاحب اہم موضوعات پر سیمینارز کا انعقاد کرتے رہتے ہیں جس نے

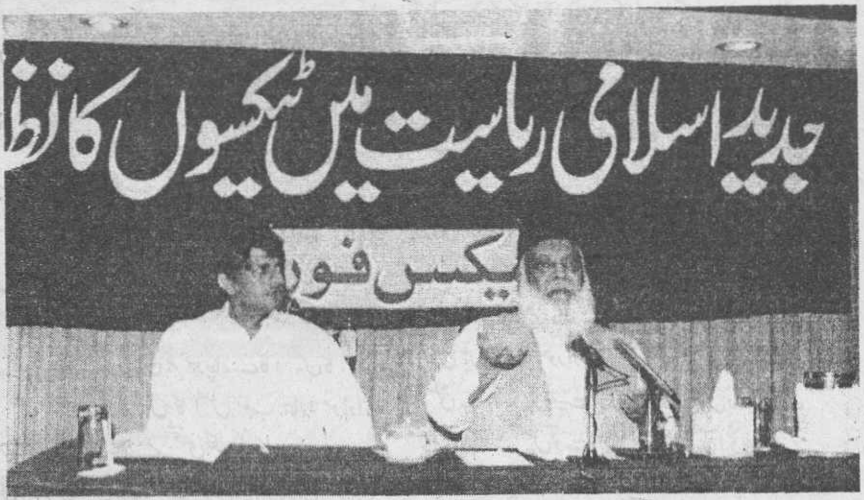

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ٹیکس فورم کے زیر اہتمام سیمینار سے آواری ہوٹل لاہور میں خطاب کررہے ہیں۔
شاہد پرویز جامی ایڈیٹر ٹیکس فورم ساتھ بیٹھے ہیں

اس میگزین کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ 20 جون کو ٹیکس فورم کی دعوت پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے آواری ہوٹل لاہور میں ’’جدید اسلامی ریاست میں ٹیکسوں کا نظام‘‘ کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا اور بعد ازاں شرکاء کے سوالوں کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے۔ سیمینار کا آغاز حسبِ معمول تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا حافظ عبداللہ واحد نے سعادت تلاوت حاصل کی۔ شاہد پرویز جامی صاحب نے سیمینار کے اغراض و مقاصد مختصر انداز میں بیان کئے اور امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کو خطاب کی دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحب نے تلاوت آیات واحادیث کے بعد فرمایا کہ سود اور جاگیرداری کا موجودہ نظام ظلم کا بدترین ذریعہ ہے جسے ختم کئے بغیر اسلامی نظام کی برکات ظاہر نہیں ہوسکتیں۔ ملک کی زرعی زمینیں ریاست پاکستان کی ملکیت ہیں چنانچہ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کے موجودہ نظام کو خلافِ اسلام قرار دے کر زرعی پیداوار پر خراج کی صورت میں ٹیکس لگا دیا جائے تو ملک کی قومی آمدنی میں نہ صرف بے پناہ اضافہ ہو جائے گا بلکہ غربت کے خاتمے کے لئے بھی کثیر وسائل مہیا ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ زکوٰۃ کا موجودہ نظام اسلامی نظام زکوٰۃ کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی معیشت میں سرمایہ داری کو پابند کردیا گیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ اس کی قباحتوں پر قابو پایا جاسکے انہوں نے کہا کہ سرمایہ ایک جن ہے جب تک اس کو پابند کر کے نہیں چلایا جاتا یہ انسانی زندگی پر بے شمار مضر اثرات مرتب کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ امریکہ میں ظلم واستحصال پر مبنی بدترین سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے جس نے انسان کو اخلاقی و روحانی صفات سے محروم کر کے معاشی حیوان بنا دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی ریاست درحقیقت آئیڈیل نظریاتی ریاست کی حیثیت رکھتی ہے جس میں ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت کے لئے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلم باشندوں سے ٹیکس لیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ ایک عبادت جبکہ ٹیکس ایک ریاستی محصول ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی ریاست میں چونگی، محصول، پراپرٹی ٹیکس اور امپورٹ ایکسپورٹ ٹیکس کی اجازت ہے انکم ٹیکس حلال ہے لیکن جس طرح چھوٹے تاجروں سے وصول کیا جا رہا ہے وہ لعنت ہے کیونکہ اس نظام کی وجہ سے تاجروں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ بڑی کمپنیاں جو اپنی آمدن وخرچ کا مکمل حساب کتاب رکھتی ہیں ان سے انکم ٹیکس کی وصولی جائز ہے۔ مضاربہ طریقہ سرمایہ کاری میں بھی سرمایہ کی بنیاد اجارہ داری کی اجازت نہیں محض چانس پر کاروبار اور جوا کی تمام شکلیں اسلام میں حرام قرار دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اخلاقی وروحانی سطح پر اسلام کا معاشی نظام سوشلزم سے قریب تر جبکہ قانونی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے اصولوں کے مشابہہ ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا خلافتِ راشدہ کا نظام بھی قرآن وسنت کی طرح مسلمانوں کے لئے راہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اسلامی نظام کو حقیقی طور پر معاشی شعبہ میں نافذ کرنے سے انکم ٹیکس سمیت بہت سے لعنتی اور ظالمانہ ٹیکسوں سے معاشرے کو نجات مل جائے گی۔ سیمینار کے اختتام پر پُرتکلف چائے سے شرکاء کی تواضع کی گئی۔

(مرتب: وسیم احمد)

الہدیٰ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی
—— کے زیر انتظام ——
الھدیٰ ماڈل سکول
نیوسٹی روڈ، فیڈرل ایریا (کرپا) اسلام آباد
کا فری تعلیمی پیکیج
نرسری تا میٹرک
داخلے جاری ھیں
—— علاوہ ازیں ——
ناظرہ، تجوید وحفظ قرآن کے ساتھ
ایف اے، ایف ایس سی، بی اے، بی ایس سی
تفہیم دین کورس، فہم القرآن کورس
دورہ حدیث کورس، عربی گرائمر معہ تجوید
اور کمپیوٹر کورسز بھی کروائے جاتے ہیں

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

کاروان خلافت منزل به منزل

سود کے حوالے سے حکومتی موقف کے خلاف تنظیم اسلامی لاہور کا مظاہرہ

ملک کی اعلیٰ ترین عدالت میں سود کے حوالے سے سماعت جاری تھی کہ حکومتی وکلاء کی طرف سے یہ بیان عدالت عظمیٰ میں دیا گیا کہ اگر سودی نظام پاکستان سے ختم کیا گیا تو پاکستان تباہ ہو جائے گا۔ حکومت کا یہ مؤقف احکامِ خداوندی سے بغاوت پر مبنی اور کلمہ کفر تھا اس کے خلاف تنظیم اسلامی لاہور نے ۱۷ جون بروز پیر ۶:۳۰ بجے شام پریس کلب کے باہر بھرپور احتجاجی مظاہرہ کیا۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے خصوصی طور پر مظاہرے میں شرکت کی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے مظاہرین رفقاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سود یہودیوں کا ہتھکنڈا ہے جس کے ذریعے یہودی آئی ایم ایف' ورلڈ بنک اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں کی شکل میں پوری دنیا پر کنٹرول مسلط کئے ہوئے ہیں۔ یہودیوں کے عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے سود کا خاتمہ انتہائی ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے آج ہماری حکومت امریکہ کی آلہ کار بنی ہوئی ہے اور امریکہ یہودیوں کا آلہ کار ہے۔ انہوں نے اس موقع پر ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اگر سودی نظام کو ختم کرنے مین تاخیری حربے استعمال کئے گئے تو عوام سڑکوں پر آئیں گے۔ سود کی ہر شکل حرام ہے ہر مسلمان کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ سودی نظام کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور ملک میں غیر سودی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرے۔ انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو سراہتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کے رفقاء نے بینرز اور ٹی بورڈ اٹھا رکھے تھے جن پر درج ذیل نعرے درج تھے

☆ سودی نظام ختم کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ سے جاری جنگ بند کرو

☆ سودی نظام ہنود و یہود کا ہتھیار ہے

☆ سود ایک کا ہے لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات (علامہ اقبال)

☆ سود ہے جب تک غربت ہے تب تک

☆ سودی نظام کے بغیر پاکستان ختم ہو جائے گا۔ کلمہ کفر ہے۔

☆ Prosperity of Pakistan depends upon interest free economy

☆ انسانیت کے دشمن: سود' ہنود' یہود

اس احتجاجی مظاہرے کے موقع پر تنظیم اسلامی لاہور کی طرف سے ایک ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا جس میں سودی نظام کے محافظوں سے اللہ ہی کے نام پر استدعا کی گئی کہ وہ وطن عزیز پر رحم کریں اور ایسے بے ہودہ کلمات سے غضب الٰہی کو دعوت نہ دیں اور اللہ کا نام لے کر سود کی لعنت سے ملک کو نجات حاصل کرنے دیں۔ اس پمفلٹ میں عوام اور دینی جماعتوں سے اپیل کی گئی کہ وہ حکومت کی اس غلط روش کی پُرزور مذمت کریں اور دینی فریضہ کی بجا آوری کے لئے میدان میں نکلیں۔ (رپورٹ. وسیم احمد)

گوجر خان میں خواتین کے لئے درسِ قرآن

گوجر خان میں خواتین کے ماہانہ درس قرآن کا پروگرام جو گزشتہ دو تین سال سے جاری تھا' چند ماہ سے تعطل کا شکار تھا۔ تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق جناب شیخ اعجاز احمد کی اہلیہ محترمہ اور دو صاحبزادیوں' جنہوں نے حال ہی میں تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی ہے' کی کاوشوں سے درسِ قران کا یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے خصوصی طور پر اپنے گھر میں ہال نما کمرہ تیار کرایا ہے۔

۲ جون کو صبح دس بجے یہاں خواتین کے لئے درس قرآن ہوا۔ جناب عبدالغفور کی صاحبزادی نے' جو اسلام آباد سے تشریف لاتی ہیں' یہ درس دیا۔ اس دفعہ کا موضوع ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' تھا۔ یہ پروگرام ایک گھنٹے تک جاری رہا' تقریباً پچاس خواتین نے شرکت کی۔ (رپورٹ: بیگم مرتضیٰ شاہ)

حلقہ سندھ (زیریں) کے ذمہ داران کا تربیتی اجتماع

ماہ جون میں ذمہ داران کے تربیتی اجتماع کی نظامت امیر حلقہ جناب محمد نسیم الدین نے کی۔ پروگرام کا آغاز انہوں نے احتسابی رپورٹ کی خانہ پری کے جائزہ سے کیا۔ اس مرتبہ کیفیت پہلے سے بہتر تھی۔ اگلا سوال یہ تھا کہ نئے شامل ہونے والے رفقاء کے ساتھ روابط کی کیا صورت ہو! اولاً اس ضمن میں کاغذی کارروائیوں کا تذکرہ آیا لیکن جائزہ سے پتہ چلا کہ چونکہ اکثر و بیشتر نئے رفقاء تنظیم ہی کی سطح پر متعارف ہوتے ہیں لہٰذا اگر کارروائی میں قدرے تاخیر بھی ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس دوران وہ معمول کی سرگرمیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند اہم اقدامات اس طرح اٹھائے جا سکتے ہیں:

☆ حلقہ کی جانب سے رجسٹریشن کی اطلاع ملنے پر مقامی امیر متعلقہ نقیب کے ہمراہ اس رفیق سے اس کے گھر پر ملاقات کرے۔

☆ ملاقات کے دوران باہمی تعارف حاصل کیا جائے۔

☆ ممکن ہو تو اسے کوئی تحفہ پیش کیا جائے۔

☆ تنظیم کے قیام کا مقصد اس کے گوش گزار کیا جائے۔

☆ اگر ممکن ہو تو نقیب اسے اپنے گھر یا اپنے اسرہ کے کسی رفیق کے گھر پر چائے پر بلائے۔

☆ ذاتی احتسابی رپورٹ اس کے حوالے کی جائے اور اس کی خانہ پری کا طریقہ کار اور اس کی اہمیت اس پر واضح کی جائے۔

گفتگو میں بیشتر ذمہ داران نے حصہ لیا۔ جناب شجاع الدین شیخ نے حدیث اور جناب واحد علی رضوی نے قرآنی آیت کے ذریعے اپنی اپنی گفتگو کو مزین کیا۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے زیر اہتمام جلسہ سیرت النبی ﷺ

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کی ماہانہ میٹنگ میں یہ طے پایا کہ ''حب رسولؐ اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر مقابلہ مضمون نویسی اور جلسہ عام منعقد کیا جائے۔ مقابلہ مضمون نویسی کے لئے فوری طور پر اشتہار اور ہینڈ بلز بنوائے گئے۔ انہیں مساجد اور دوسری اہم جگہوں پر لگایا گیا۔ جلسہ کے لئے تمام مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ رابطہ کر کے ان سے وقت مانگا گیا۔

۲۴ مئی کو بعد نماز مغرب مسجد الہدیٰ، پیپلز کالونی، راولپنڈی کینٹ میں جلسۂ سیرت النبیؐ ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت مسجد کے امام جناب قاری عبدالستار نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبولؐ ایک بچے عبدالکریم نے پیش کی۔ جناب حافظ عبدالرحمان شاہ نے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے محبت ایک دعویٰ ہے اور اتباع محمدیؐ اس کا حاصل ہے۔ چنانچہ ہم پر فرض ہے کہ محبت کے اس دعوے کو سچ ثابت کریں۔ جناب مولانا انور شمیم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سورۂ توبہ کی آیت ۲۴ کے ذریعے سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ محمد الرسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمیں کتنی محبت ہے! انہوں نے مزید کہا کہ اس محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہماری پوری زندگی قرآن و سنت سے مزین ہو۔ جناب پروفیسر محمد افضل جوہر نے کہا کہ آج کی محفل اتحاد بین المسلمین کی بہترین کوشش ہے۔ اس اتحاد کی سب سے مضبوط کڑی محبت رسولؐ ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کفر کے مقابلے میں ہمیں بہت زیادہ اتحاد کی ضرورت ہے۔ جناب مولانا قاری افتخار احمد نے بدعات اور شرک کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبت رسولؐ کا تقاضا یہ ہے کہ پوری زندگی میں اللہ اور اس کے نبیؐ کے احکامات ہر وقت سامنے ہوں اور ان میں کسی بھی قسم کی ملاوٹ نہ کی جائے۔ نوجوان مقرر جناب مولانا حافظ محمد شفیق نے سورۂ محمد اور دوسری قرآنی آیات کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کو ہمہ جہت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کمال آپؐ ہی کی ذات میں رکھا کہ اللہ کے باغیوں کے لئے انتہائی سخت اور اپنوں کے لئے بڑے نرم دل تھے۔

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (شمالی) کے امیر جناب شمس الحق اعوان وقت کی کمی کے باعث خطاب نہ کر سکے۔ انہوں نے مضمون نویسی میں اول، دوئم، سوئم آنے والوں کو نقد انعامات دیئے اور کتابوں کے سیٹ تقسیم کئے۔

حاضرین نے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے پر محیط اس پروگرام میں پوری دلجمعی اور شوق سے شرکت کی۔ اس پروگرام کی نقابت کی ذمہ داری راقم کے حصے میں آئی۔

(مرتب: چوہدری اشتیاق حسین)

اوکاڑہ میں مرکزی شعبہ دعوت و تربیت کے زیر اہتمام سہ روزہ پروگرام

لاہور میں مختلف تنظیم کے تحت سہ روزہ پروگراموں کے دوران کچھ رفقاء نے دعوتی پروگراموں کے لئے تین دن فارغ کرنے کی پیشکش کی تو مرکزی شعبہ دعوت و تربیت نے چار دعوتی پروگرام ترتیب دیئے۔ ان میں سے پہلا پروگرام اوکاڑہ کے لئے بنایا گیا۔ چنانچہ اسرہ بورے والہ کے نقیب جناب ڈاکٹر عبدالحفیظ سے رابطہ کیا گیا کہ جن کے رشتے دار اوکاڑہ میں ایک مسجد اور مدرسہ کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ الحمدللہ کہ مسجد مبارک اہلحدیث، اوکاڑہ میں رہائش کی سہولت بھی مل گئی اور جمعہ کا خطاب بھی۔ چنانچہ حلقہ لاہور کے رفقاء کا دعوتی قافلہ راقم کے ہمراہ سہ روزہ دورہ کے لئے جمعۃ المبارک ۷ جون کو ساڑھے گیارہ بجے اوکاڑہ پہنچ گیا۔

خطبہ جمعہ ''عبادت رب کے تقاضے'' کے موضوع پر دیا گیا۔ یہ طے کیا گیا کہ ہفتہ اور اتوار کو بعد نماز مغرب ''امت مسلمہ کی خصوصی ذمہ داریاں اور ان کی ادائیگی کے طریق کار'' پر مفصل خطابات ہوں گے۔ مسجد ربانی اہلحدیث کی انتظامیہ سے اجازت لے کر وہاں نماز عشاء کے بعد خطاب کا پروگرام بنایا گیا۔ اس روز نماز عصر کے بعد چک ۴۲/۳ میں بیان ہوا اور وہاں کے خطیب جناب مولانا عبدالمجید کے ذریعہ جامع مسجد سیٹھ کالونی میں رابطہ کیا گیا۔ مختلف مساجد میں اجازت کے حصول کے لئے مولانا عبدالمجید اور ان کے بیٹے جناب حافظ حبیب نے بہت تعاون کیا۔ چنانچہ اس دن بعد نماز مغرب جناب محمد اشرف وصی نے جامع مسجد سیٹھ کالونی میں دعوت کا آغاز کیا۔ راقم نے مرکزی جامع مسجد اہلحدیث، قاضی والی میں مختصر خطاب کیا۔

اگلے دن صبح اسی مسجد میں ''عبادت رب'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد نماز ظہر مدرسہ دار الحدیث میں خطاب کیا، جسے تمام اساتذہ اور طلباء نے سنا۔ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد لکڑ منڈی اور جامع مسجد میں خطابات ہوئے۔ بعد نماز مغرب دونوں جگہوں پر امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تفصیلاً بیان کی گئیں۔ بعد نماز عشاء ربانی مسجد اہلحدیث میں عبادت رب پر خطاب کیا گیا۔

اتوار کو بعد نماز فجر جامع مسجد مبارک میں ''فکر آخرت'' پر خطاب کیا گیا۔ ظہر کی نماز سے قبل ہینڈ بلز کے ذریعہ پروگراموں کی دعوت دی گئی۔ نماز ظہر پر جامع محمدیہ اوکاڑہ میں مولانا معین الدین لکھوی سے ملاقات کی اور وہاں کے خطباء حضرات کو لٹریچر پہنچایا۔ بعد نماز عصر پھر چک ۴۲/۳ میں خطاب کیا گیا۔ مغرب کے بعد لالہ زار کالونی اور سیٹھ کالونی کی مساجد میں خطابات ہوئے اور تنظیم اسلامی میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ بعد نماز عشاء واپس روانہ ہوئے اور رات ڈیڑھ بجے کے قریب لاہور پہنچ گئے۔ اس سہ روزہ کے دوران ہمیں جناب چوہدری انوار الحق اور ان کے صاحبزادے ایڈووکیٹ فیصل کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔

(مرتب: چوہدری رحمت اللہ بٹر، مرکزی ناظم دعوت و تربیت)

لیہ میں حلقہ پنجاب (وسطی) کا سہ روزہ دعوتی و تبلیغی پروگرام

۳۰ مئی کو صبح ۸ بجے جناب غلام نبی اور راقم حلقہ پنجاب (وسطی) کے امیر جناب مختار حسین فاروقی کی معیت میں لیہ کے لئے روانہ ہوئے اور تقریباً ۱۱ بجے دن وہاں پہنچے۔ جھنگ کے ایک اور رفیق جناب اللہ نور بھی لیہ میں ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔

ظہر اور عصر سے متصل رفقاء کے لئے تربیتی پروگرام ہوا، جس میں سورۂ یٰسین کا ترجمہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں، امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے کتابچہ ''نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کا اجتماعی مطالعہ کیا گیا۔ نماز مغرب کے بعد محلہ حافظ آباد کی جامع مسجد میں درس قرآن ہوا، جس میں امیر حلقہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع پر گفتگو کی۔ انہوں نے سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ کے حوالے سے بتایا کہ سید المرسلینؐ تمام عمر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے جبکہ آج ہم اس فریضے سے غافل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں۔ حلال اور حرام کے معاملے میں ہم غیر محتاط زندگی گزار رہے ہیں۔ غلط رسم و رواج اختیار کر کے ہم نے اپنی زندگی کو مشکل بنالیا ہے۔ کم و بیش ۳۵ احباب نے بڑی دلچسپی سے اس گفتگو کو سنا۔

۳۱ مئی کو امیر حلقہ نے جامع مسجد ہاؤسنگ کالونی میں خطاب جمعہ دیا۔ تقریباً ۳۰۰ احباب نے جمعہ کی تقریر کو سنا۔ نماز جمعہ سے قبل رفقاء نے اجتماعی مطالعہ کی نشست میں سورۃ الکہف کا ایک حصہ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھا۔ نماز مغرب کے بعد محترم فاروقی صاحب نے کم و بیش ۱۲۵ احباب کے سامنے نہایت موثر اور پُر جوش انداز میں حضور ﷺ کی سیرت اور ان کے مقصد بعثت کو بیان کیا۔

یکم جون کو نماز فجر کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ احباب مختلف سوالات کے ذریعے اپنے اشکال رفع کرتے رہے۔ اس دوران شرکاء میں سے بعض نوجوانوں کو خصوصی طور پر مشورہ دیا گیا کہ وہ منتخب نصاب پر مشتمل ''قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی'' کے خط و کتابت کورس میں داخلہ لیں۔ ظہر کے بعد امیر حلقہ کی معیت میں لیہ سے واپسی ہوئی۔

(رپورٹ: خلیل الرحمٰن)

بقیہ: منبر و محراب

ریورس گیئر اور مذکورہ بالا اسلام دشمن اقدامات کے بعد اگرچہ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے امکانات کے بارے میں امید کی کوئی کرن باقی نہیں رہی۔ تاہم اللہ کی رحمت سے ہمیں کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں سیرت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔ سن ۱۰ نبوی میں حضور اکرم ﷺ پر بھی ایسے حالات آئے تھے جب کہیں سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن اسی سال اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی جانب سے ایک کھڑکی کھول دی اور موسم حج میں مدینہ کے پانچ آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا رہا اور یوں تین سالوں ہی میں یثرب مدینۃ النبی بن گیا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے موجودہ مایوس کن حالات میں بھی اللہ کی رحمت سے کوئی ایسی کھڑکی کھل جائے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے ضمن میں برصغیر پاک و ہند کی سرزمین سے وابستہ چار سو سالہ تجدیدی مساعی کے ثمر آور ہونے کی سبیل پیدا ہو جائے۔ بہر حال تنظیم اسلامی کے رفقاء پر اب یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ اس ملک میں منہج انقلاب نبویؐ کے علاوہ کسی اور طریقے سے اسلام قائم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمیں اب اپنی تمام صلاحیتیں اسی کام میں لگانی چاہئیں۔

experience as well. A repression at this stage stimulates the sleeping sense of religious and civic obligation.

It leads to a sense in those who have been content with passivity, that active minded obligation may, even though it involve discomfort, not necessarily be dishonourable. One never knows if the US may start wondering as to who is not Al-Qaeda in the Muslim world. Details of the 10 wanted men in connection of attack on US consulate, published in Dawn June 29, reflects that these "Al-Qaeda members" are not Arabs indeed. Apart from the fringe violent minority, in the end, "Al-Qaeda" in each occupied country would be majority of the most truly citizens against a few US-sponsored rulers. These members of living nations would insist upon bringing back their rulers to a realisation of the harmful conditions upon which their power is held.

A nation half-dead doesn't mean that it would die. There is an equal opportunity for it to recover and resist. It only needs to understand that it is living in a world in which supporters of secular morality are anxious at all costs to legislate against the religious diversities, particularly Islam, of which they disapprove. Islam and independence of Muslims they view as sin; and they seek to clothe the old Calvinist dictatorship in new terminology in order to enjoy the luxury of suppression. Our salvation is not in dropping our guards and dying for America, but in dispelling myths such as madrassas are the source of terrorism. Instead of a nationwide crack down on religious institutions, we must ask impartial observers to come and verify that not even a single gun exists in these institutions. It was rather the same army that is being used to suppress this nation, which trained Afghan Mujahideen as well as Taliban at its own training camps.

We must remember that policies built on the US clamant expression of what it desires will never cease to proliferate. And every time it is successful in extracting concessions from us and making us surrender our principles and freedoms, it appetite grows for power. Bush began in a humble way; but he ended by sweeping the world into his vision. His associates now pronounce with confidence their judgement upon every subject from the choice of rulers in the Muslim world to the governmental limits within which the Mosque may live a life of its own. Their impudence is the measure of our futility. Their self-expression is purchased by the suppression of ours. Like many other Muslim nations, we, too, run to meet our chains because the citizen is too afraid to venture out of the little private corner in which he is buried. He does not seem to know that the power to insist upon his freedom lies in his own hands. He is powerless because he is unconscious of his power.

Because we share, that is, in a collective experience, we are not effortlessly assured of individual salvation. We do our duty by examination, not by submission, by zeal for truth, not enthusiasm for uniformity with American standards. Nothing can ever entitle us, as free spiritual beings, to disown our religion, merge our lives into secular utopia, and accept standards which within ourselves, we know to be contradictory to the spiritual message of the religion we profess to follow. For all obedience that has the right to regard itself as ethical is built upon a conscious agreement with the purpose we encounter. Anything else is a betrayal of ourselves; and when we surrender the truth we see, by that betrayal we betray also the future of this nation and Islamic Ummah as a whole.

داخلہ جاری
ایف اے

اقتدار احمد ویلفیئر ٹرسٹ کے زیراہتمام
ایف اے اور بی اے کی معیاری تعلیم کا جدید ادارہ

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

- اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کے فروغ پر خصوصی توجہ
- باپردہ اور پاکیزہ ماحول
- خوبصورت اور کشادہ عمارت
- ماڈرن کمپیوٹر لیب اور کمپیوٹر کی لازمی تعلیم بلا اضافی فیس
- طالبات کے لئے ٹرانسپورٹ (Pick & Drop) کی سہولت
- بیرون لاہور کی طالبات کے لیے ہوسٹل کی محدود سہولت

مزید معلومات کے لئے پراسپیکٹس حاصل کریں

طوبیٰ گرلز کالج 78 سیکٹر اے ون ٹاؤن شپ لاہور
فون 5114581 E-mail: toobacollege@ hotmail.com

DESIGN UNIT

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

A Nation Half Dead.

A nation dies the day when it starts dying for others against its will. A nation dies when it starts a battle against its raison de'etre and when it loses the meaning of life. No nation remains free and alive which acquiesces in what it knows to be wrong. The half dead Pakistani nation is silently inching towards death on the cross of what Bush Junior called a "crusade." On the military front, the nation helplessly watched PTV News that called 10 army men, who died for America in an encounter in tribal areas, as "martyrs." On legal front, the nation didn't say a word in protest as its Supreme Court staged a successful coup de main on clear Qur'anic injunctions and claimed its survival in going against Qur'an for its banking system.

Everyone is silently reading reports about their army going on rampage in South Wazirstan. According to Baluchistan Post (June 29, 2002), the infuriated army commanders herded people out of their houses and blasted their houses by artillery and mortar fires to revenge the killings of their fellows. It seems the story of another West Bank or Gaza strip: another factory of desperate "suicide bombers" in making. No one asks, what is this nation fighting for, or what is the meaning of our existence?

The Statesman reports in its June 30, front-page story that in search of Al-Qaeda men "army and law enforcement agencies are capturing every bearded person who has some contact with religious people of mosques' affairs." A tribal elder of Wana, South Waziristan, told Baluchistan Times that it seems as if "the Army is not operating in its own country rather it is fighting a war in a hostile country." Just to please Bush and company, we are at war with ourselves on military, intellectual, legal and social fronts. This is what Thomas Friedman of New York Times calls a "war within Islam," and this is for what spokesman of the State Department very proudly thanks General Musharraf.

Are we acting like living nations, which act upon the instructed judgement of their conscience? They might be mistaken; but they ought ceaselessly to be aware that the act they oppose is, after all, no more than the opinion of other nations who, like them, are also fallible. The business of a government in living nations is to satisfy the rational desires of citizens or, at least, to make possible such satisfaction; and nothing is more likely to prevent the fulfilment of its purpose than silent acquiescence in the prohibition of such desires.

Whenever a nation is silent in the face of a refusal to let it follow the true spirit of its religious norms and to hear the burden of its social, moral, legal and political experience, it is always assumed by powerful interests that it is, in fact, silent because it has nothing to say: because it is dead. Our government has made countless compromises since September 11 but we seem to have no words to utter in protest. Initially, many of us justified its surrender for lack of alternatives. Surrendering under pressure has now become a habit. Not only does the habit of acquiescence transform the nation into an inert recipient of orders whom it is difficult to rouse from lethargy; it also persuades a government that it has only to show a bold front to secure acceptance of any command it receives from Washington to impose. Before attitudes such as these, liberty has no chance of survival; for the eternal vigilance, which is its necessary price, is then wanting.

Let it be clear to all that like absolutely absent definition of "terrorism" in the "war on terrorism," there is no definition of Al-Qaeda membership. Any alien who lived in Afghanistan during the Taliban era is a sure candidate to be considered as a member of "Al-Qaeda network." Similarly, opposition members - particularly those belonging to Islamic parties – who oppose policies of the US sported regimes, such as Karzai, Mubarak and Musharraf, are now set for being labelled as supporters of "Al-Qaeda network." Like communist enemies of the Cold War era, "Al-Qaeda network" would never come to an end until Washington clearly declares victory in its 21st century crusade. Until then every bearded person, as the Statesman report says, is a potential Al-Qaeda member. Before the US declares a victory, it will have to burry many a half-dead nations, such as Pakistan.

Some might argue that there is terrorism in Pak[illegible]stan and the government is s[illegible]y combating it. Incidents like [illegible]assination of Interior Ministe[illegible]other, attack on US consulate, [illegible] are simply part of the react[illegible] that we are witnessing in [illegible]upied Palestine, Saudi Arabia, Afghanistan and elsewhere. For the laws, systems and policies under which we live are someone's induction. They represent a response to someone-in-Washington's interpretation of our social, religious and political needs. If what they do contradicts our religion, our experience and our needs, it is simply folly to assume their necessary wisdom and take it for granted that we are wrong. We forget that justifying and imposing the wrong triggers a reaction as well.

Imposed leaders, might save themselves from negative consequences of their acquiescence with installation of $ 50 million anti-missile system on their planes, or installation of hundreds of surveillance cameras along the roads from their residence to offices, but the nation suffers the reaction of wrong policies and for its lack of collective courage, which is the secret of freedom. The resistance and reaction to wrong somewhere begin in a minority of one; the courage of one man heartens others to make articulate their burden of